غیر ایجنسی نے اپنے ایک بیٹی میں اس کھینچا ہے۔ لوگوں کو [illegible] کی طرح ایک
[illegible] کے اندر [illegible] ہے [illegible]
[illegible] شہریوں کو [illegible] کے دائرہ [illegible]
سے لوگوں [illegible] پروفیسر [illegible] یہاں تک کہ سرکاری
[illegible] اسی طرح [illegible] ایک [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بلاشبہ کیبنٹ اور ریاست دشمن ہے اُس پر جب یہ حقیقت
منکشف ہوا کہ وہ اپنے دوست کے ذریعہ مجھ کو منسٹر بنا پایا گیا تھا
حکومت کو اندر سے نقصان پہنچانے میں ناکام ہوا تو اس نے اشتعال
انگیز تقریروں سے حکومت کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ ظاہر ہے
کہ میری حکومت کو اس کا تدارک کرنا تھا عبداللہ اور اس کے متعلق
ہم ساتھی حوالات میں پہنچ گئے اس وقت عبداللہ نے کہ وہ جواہر
لال سے ملنے جا رہا تھا اس کی گرفتاری سے جواہر لال کی ذاتی رعونت
کو بڑا دھکا لگا یہی وجہ ہے کہ جواہر لال جیسا کہ اس کی فطرت ہے اس
معاملے میں تمام حدود سے تجاوز کر گیا۔

عبداللہ کی گرفتاری کے بعد ٹھیک دو دن بے چینی رہی
اور اب حالات معمول پر آ گئے ہیں۔ ہم نے کرفیو اور دفعہ ۱۴۴ کو ختم کر دیا
ایک چھوٹے سے علاقے میں ایک مسجد کو سیاسی اڈہ بنا لیا گیا ہے جو وہاں
دو تین سو افراد جن میں خواتین بھی ہوتی ہیں۔ نماز پڑھنے کے بہانے
جمع ہوتے ہیں مگر اصل مقصد اشتعال انگیز تقریریں اور قرآن پر
حلف عہد کرنے ہوتے ہیں۔ تحریک بلاشبہ بہت خطرناک
تھی مگر ہم نے طوفان کا رخ موڑ دیا ہے اب ہمارا دردِ سر صرف
جواہر لال نہرو کی دشمنانہ اور بے بنیاد نکتہ چینی ہے۔ بہرحال ہم
اس کی تمام باتوں اور کارروائیوں کا جواب دینے کے لئے تیار ہیں
ہو سکتا ہے کہ بالآخر اس میں دانشمندی غالب آ جائے اور وہ
بولنا بند کر دے۔ ہم نے اس ہنگامے کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے
کا تہیہ کر رکھا ہے۔"

حالات قدرے معمول پر آ گئے تو ہی مہاراجہ ہری سنگھ نے ۱۵ جولائی ۱۹۴۶ء
کو گلمرگ کے شاہی محل میں دربار عام منعقد کیا جس میں جاگیردار اور سرکاری ملازمین
بکثرت موجود تھے۔ جہاں انہوں نے مہاراجہ ہری سنگھ کی بادشاہت کی تائید
میں قصیدے پڑھے اور بعد ازاں بڑی شد و مد سے اس درباری کارروائی کو
پبلسٹی دی گئی۔

اس موقعہ پر سردار پٹیل نے وزیر اعظم رام چندر کاک کو ایک مکتوب بھیجا
اور انہیں مطلع کیا کہ دو روز ہوئے کانگریس ورکنگ کمیٹی نے کشمیر کی صورت حال پر
غور کیا اور ایک قرارداد میں رائے ظاہر کی گئی کہ مہاراجہ صاحب اور آپ کو شیخ
محمد عبداللہ کے ساتھ مصالحت کر لینی چاہئے۔ اسی میں ریاست کا فائدہ ہے مجھے
اور مولانا آزاد کو ورکنگ کمیٹی نے کشمیر کی قضیہ سلجھانے کے لئے مقرر کیا ہے۔ خود میں
سردار پٹیل نے گمان ظاہر کیا کہ آپ تک یہ خط پہنچتے پہنچتے شیخ محمد عبداللہ کو
سزائے قید مل چکی ہوگی لیکن اس سے مسئلہ حل نہیں ہو گا کیونکہ کشمیر میں ابھی بھی
لوگوں کی بھاری تعداد یا تو زیر حراست ہے یا مقدمات میں ماخوذ ہیں۔

اس مکتوب کے جواب میں رام چندر کاک نے سردار پٹیل کو لکھا۔ کہ ہماری
پالیسی یہ ہے کہ لاقانونیت کو دبایا جائے اور ہمارے معاملات میں مداخلت نہ کی
جائے۔ ہماری ریاست میں کل ۹۲۴ اشخاص گرفتار کئے گئے اس وقت ۱۰۹
نظر بند ہیں۔ ۵۵ مختلف جرائم میں قید کی سزا کاٹ رہے ہیں۔ ۷۴ کے خلاف مقدمات
زیر سماعت ہیں باقی رہا کئے گئے۔ کشمیر کی چالیس لاکھ کی آبادی کے پیش نظر ان
گرفتاریوں وغیرہ سے آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کیا شیخ محمد عبداللہ کی تحریک
کو عوامی تحریک کہا جا سکتا ہے۔

بلکہ اخلاقیات کا خصوصی نگہداشت بھی کی جاتی تھی۔ یہ تربیت [illegible] کے
دور وزارت [illegible] کی گئیں۔ اس جماعت نے کشمیر کی سیاست میں [illegible] کے
[illegible] انتخابات میں [illegible]
[illegible]

[illegible]

کو پاک کریں۔

[illegible]

جنوری ۱۹۴۸ء میں مہاتما گاندھی کے قتل ناحق پر پورے ملک میں راشٹریہ سیوم سیوک سنگھ پر پابندی [illegible] اور جماعت کو غیر قانونی قرار دیا گیا۔ اس جماعت کے کچھ سرکردہ ممبران ریاستی حکومت نے گرفتار کئے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ریاست میں راشٹریہ سیوم سیوک سنگھ ۱۹۳۱ء میں قائم کی گئی جو ابتداء میں [illegible] سرگرمیوں کے علاوہ [illegible] ۱۹۴۷ء میں آر ایس ایس کے لیڈر [illegible]

[illegible]

رشی کمار کوشل اس کی ورکنگ کمیٹی کے ممبروں میں سر فہرست تھے۔ جنوری ۱۹۴۸ء میں ریاستی حکومت نے پرجا پریشد کی تحریک کو روکنے کے لیے ان کی سرگرمیوں کے پیش نظر انہیں ریاست بدر کیا۔ ان کی جگہ سوم ناتھ پرکاش بانڈہ سیکرٹری مقرر ہوئے۔ تھوڑے ہی دنوں بعد مسٹر بانڈہ بسلسلہ ملازمت دہلی چلے گئے۔ ان کے فرائض عارضی طور پر درگا پرشاد دھر نے جو سرکاری ملازم تھے کو تفویض ہوئے انہوں نے پارٹی کی خاطر ملازمت سے استعفیٰ دیا۔

فروری ۱۹۴۸ء میں حکومت نے پرجا پریشد کے کئی سرکردہ لیڈروں جن میں سنت رام بندو، دھیان چند سراوتی، دھرم سنگھ سابق ممبر پرجا سبھا۔ لالہ شیو رام گپتہ، لالہ شیو نتھو بانڈہ، شیام لال شرما چیف آرگنائزر آر۔ ایس۔ ایس جموں اینڈ کے سٹیٹ اور جیتو رام ڈوگرہ کو گرفتار کیا۔ انہیں چھ چھ ماہ نظر بند رکھ کر رہا کیا گیا۔ اپریل ۱۹۴۹ء میں پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت پنڈت پریم ناتھ ڈوگرہ جو ماسٹر پریم سیوک سیوک سنگھ کے سنگھ چالک تھے اور ان کے کئی دوسرے ساتھی گرفتار کر لئے گئے۔ ان سے پہلے دیا کرشن گورٹو کیدار ناتھ ساہنی آرگنائزر جموں، آر ایس ایس گرفتار کئے گئے تھے۔ مئی ۱۹۴۹ء میں جموں شہر اور مضافات میں پنڈت پریم ناتھ ڈوگرہ کی رہائی کے سلسلے میں ایجی ٹیشن شروع کی گئی۔ جو پندرہ دن تک جاری رہنے کے بعد مرکزی حکومت کی مداخلت پر ملتوی کی گئی لیکن حسب وعدہ پنڈت پریم ناتھ ڈوگرہ رہا نہیں کئے گئے۔ جون ۱۹۴۹ء میں ایجی ٹیشن پھر شروع کی گئی۔ جس میں بقول پرجا پریشد کے "جموں سے روا رکھی گئی ناانصافی" کو بھی شامل کیا گیا اور دبی زبان میں یہ مطالبہ بھی ہونے لگا کہ ریاست جموں وکشمیر کا ہندوستان سے الحاق مکمل اور ناقابل تنسیخ قرار دیا جائے۔ یہ ایجی ٹیشن تقریباً آٹھ ماہ تک جاری رہی۔

(بقیہ حاشیہ ص ۲۲ سے) ہوئے اور سپرنٹنڈنٹ کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ لیڈری کی دوکان چمکنے سے قبل ڈی۔ اے۔ وی کالج میں پروفیسر تھے۔

جن میں پانچ سو کے قریب ایجی ٹیٹر گرفتار ہوئے۔ لالہ روپ چند نندہ کے خلاف باضابطہ مقدمہ چلایا گیا اور سزا سنائی گئی۔ انہوں نے اس سے گھبرا کر معافی مانگی۔ جس سے اس تحریک کو کافی دھکا لگا۔ اس تحریک کے دوران ہی رشی کمار کوشل ایک کھرا نیٹ سیاستدان کی حیثیت میں ابھر آئے انہوں نے ریاسی، اکھنور، جموں، پونچھ، کٹھوعہ، اسری نگر اور جموں جیل میں آٹھ ماہ قید کاٹی۔ ان کی رہائی جموں جیل سے ہوئی۔ لالہ روپ چند کے بعد پنڈت لابھ مینی سانگرہ قائم مقام صدر مقرر ہوئے۔ ایجی ٹیشن کے اختتام پر پرجا پریشد کی جنرل کونسل کی پہلی میٹنگ میں پنڈت پریم ناتھ ڈوگرہ صدر منتخب ہوئے جو اس وقت تک پرجا پریشد کے چار آنے کے ممبر بھی نہ تھے اور درگا داس ورما سیکرٹری قرار پائے۔

۱۹۵۰ء میں سر اوون ڈکسن نمائندہ سلامتی کونسل کی آمد پر رائے شماری کا زبردست چرچا تھا۔ پرجا پریشد نے مطالبہ کیا کہ رائے شماری زون وار ہونی چاہیے۔ جموں اور لداخ کا ہندوستان کے ساتھ مکمل الحاق تسلیم کیا جانا چاہیے۔ ۱۹۵۱ء کے انتخابات میں اس جماعت نے اسمبلی انتخابات سے اس بنا پر بائیکاٹ کیا کیونکہ اس کے نامزد ۵۹ امیدواروں میں سے ۴۴ کے کاغذات نامزدگی رد کئے گئے۔ بعد کے انتخابات میں اس جماعت کی ٹکٹ پر پنڈت پریم ناتھ ڈوگرہ، رشی کمار کوشل، شیخ عبدالرحمان، چمن لال گپتہ اور رام ناتھ بھگوترا جیت کے اسمبلی میں آئے۔

مارچ ۱۹۵۲ء میں جموں پرنس آف ویلز کالج (جو اب گورنمنٹ گاندھی میموریل کالج کہلاتا ہے) پر این۔ سی کا جھنڈا لہرانے پر سٹوڈنٹس یونین ایسوسی ایشن جو اب کل انڈیا ودیارتھی پریشد سے منسلک ہے کے لیڈروں نے اس کے خلاف احتجاج کیا جس کی رہنمائی دیا کرشن شرما سابق منیجر گورنمنٹ پریس سری نگر کر رہے تھے۔ اس پر ایک عظیم ہنگامہ برپا ہوا۔ کئی درجن طلباء موقع پر ہی گرفتار کئے گئے۔ جیل میں انہوں نے بھوک ہڑتال شروع کی جس سے ان کی حالت بگڑ گئی۔ پرجا پریشد نے ان کے حق میں مظاہرہ کیا۔ ہوائی

ناظم اعلیٰ

رام باغ کا واقعہ

مشورہ دیا کہ اقوام متحدہ مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کا صحیح اور مناسب مقام ہے۔

اقوام متحدہ میں جانے کی تیاریاں

اس طرح یہ مسئلہ سلجھنے کے بجائے الجھتا ہی گیا۔ آخر کار بات یہاں تک ٹھہری کہ اس نازک اور پیچیدہ مسئلے کو فوری طور اقوام متحدہ میں پیش کیا جائے چنانچہ اقوام متحدہ میں کوئی شکایات پیش کرنے سے قبل یہ لازمی ہے کہ متعلقہ پارٹیوں کے درمیان شکایات کا تبادلہ ہوا ہو اس رسم کو پورا کرنے کی غرض سے جب ۲۲ دسمبر کو نوابزادہ لیاقت علی خان جو انیٹ ڈیفنس کمیٹی کی میٹنگ میں شرکت کرنے کے لئے دوبارہ دہلی آئے پنڈت جواہر لال نہرو نے ذاتی طور پر انہیں ایک خط دیا جس میں شکایات کی گئی کہ قبائلیوں کو پاکستان کی حکومت گولہ بارود اور پاکستان کی سرزمین سے گذرنے کی اجازت دے کر ریاست جموں وکشمیر پر جو اب ہندوستان کا حصہ بن چکا ہے۔ حملہ کرنے کی نہ صرف ترغیب دی بلکہ پاکستان ہی ان کو ریاست پر حملہ کرنے کے لئے اکسا رہا ہے اور یہ پاکستان کو اپنی کمین گاہ بنا کر کشمیر پر یلغار کر رہے ہیں۔

قبائلیوں کے پاس جو جدید ہتھیار، مارٹرز، آٹلری اور مارک وی مائنیز وغیرہ ہیں یہ انہیں پاکستان ہی سپلائی کر رہا ہے۔ یہ چیزیں قبائلیوں کے پاس نہیں ہو سکتی ہیں۔ سوائے ٹرانسپورٹ، موٹر گاڑیاں، پیٹرول اور کھانے پینے کی چیزیں بھی قبائلیوں کو پاکستانی حکومت ہی مہیا کرتی ہے۔ ہمارے پاس مصدقہ اطلاعات ہیں کہ قبائلیوں کی راشن پاکستان کے فوجی ڈپوؤں سے سپلائی ہوتا ہے اس کے علاوہ ہماری اطلاعات یہ بھی ہیں کہ قبائلیوں کو بھاری تعداد میں پاکستانی فوجی آفیسر عسکری تربیت دے رہے ہیں۔

حکومت ہند نے وقتاً فوقتاً حکومت پاکستان سے استدعا کی کہ وہ قبائلیوں کو ہر طرح کی امداد بہم پہنچانے سے پرہیز کرے۔

جس کو حاصل کرنے کے لئے وہ اور اس کے ساتھی بے مثال قربانیاں دے چکے ہیں۔ کشمیر میں نیشنل کانفرنس کو وہی حیثیت حاصل ہے جو ہندوستان میں کانگریس کو اور پاکستان میں مسلم لیگ کو حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نیشنل کانفرنس کی حکومت ریاست میں پہلی ذمہ دار حکومت کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہی وہ جماعت ہے جس نے مہاراجہ سے اختیارات سنبھالے ہیں اور فی زمانہ لوگوں کو غیر فرقہ وارانہ مالا میں پرونے میں مصروف عمل ہے۔

اس طویل گفت وشنید سے کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ البتہ بات چیت کے اختتام پر لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے تجویز رکھی اب جبکہ ہم باہمی طور کسی کھلی نتیجے پر نہیں پہنچے ہیں کیوں نہ اقوام متحدہ کو مصالحت کنندہ کے طور پر تیسری پارٹی کی حیثیت میں بلایا جائے۔ "تاکہ وہ کشمیر کے معاملے میں ہند پاک کے درمیان مصالحت کرا سکے اور یہ تجویز زیر غور رکھی گئی۔

اس واقعہ کو ایلین کیمپل جانسن نے "مشن ود ماؤنٹ بیٹن" (MISSION W.T.H MOUNT BETEAN) صفحہ ۵۲۔ ۲۵۱ مطبوعہ ۱۹۷۲ء میں تفصیل سے لکھا ہے۔

"ماؤنٹ بیٹن کو اس بات کا یقین ہوا کہ سیاسی تعطل اس قدر شدید ہے کہ سخت، بیرونی اور اندرونی سیاسی دباؤ کے پیش نظر اس کو ایک ایسی تیسری پارٹی کے بغیر جس کو دونوں تسلیم کرتے ہوں اور جس کا بین الاقوامی اثر ہو ختم نہیں کیا جا سکتا ہے اس سے پیشتر ماؤنٹ بیٹن نے ان کے اختلافات کو ختم کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی تھی چنانچہ اس مرحلہ پر ماؤنٹ بیٹن نے یہ تجویز پیش کی کہ مجلس اقوام متحدہ کو تیسری پارٹی کا رول ادا کرنے کے لئے تیار کیا جائے۔"

اس آخری مرحلے پر گورنر جنرل ہند نے برطانوی وزیر اعظم مسٹر اٹیلی کو بذریعہ تار ہند آنے کی دعوت دی تاکہ وہ اس تشویش ناک مسئلے پر ثالثی کے فرائض انجام دے کر ایک تاریخ ساز رول ادا کرے۔ مگر مسٹر اٹیلی نے اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے

۱۔ لداخ کا پورا سرحدی علاقہ اس طرح ریاست میں بدھ مت کے ماننے والے تمام لوگ حق رائے دہندگی سے محروم ہو گئے ہیں۔

۲۔ پونچھ اور چنہنی جاگیر کے تمام ہندو

۳۔ سری نگر شہر میں رہنے والے تمام ہندو ماسوائے کشمیری پنڈتوں کے۔

۴۔ وہ سکھ جو جموں، اودھمپور، ریاسی، مظفرآباد، جنوبی کشمیر معہ سری پرتاپ سنگھ پورہ کی وزارتوں میں رہتے ہیں (بحوالہ دفعہ ۱۴ جموں و کشمیر ایکٹ ۱۹۳۹ء شیڈول ۳ اور ۴)

یادداشت میں فنانس، فوج کے اخراجات، فوجی بھرتی اور مہاراجہ کے ذاتی اخراجات کے بارے میں جو تفصیل دی گئی ہے وہ کچھ کم عبرتناک نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

ایک جمہوری نظام کی کسوٹی یہ ہوتی ہے کہ اسے فائنانس کے اور کتنے اختیارات ہیں۔ ہماری ریاست میں اول تو کل اخراجات میں سے ۳۶ فیصد رقم جس میں فوج کے اخراجات اور خرچۂ خاص کے اخراجات شامل ہیں (۱) کانسٹی ٹیوشن ایکٹ دفعہ ۳۰ کی رو سے اسمبلی کے حقوق رائے دہندگی سے مستثنیٰ کر دیئے گئے ہیں۔ تمام مدوں کے اخراجات میں سے جنہیں اسمبلی نے رد کر دیا ہو دفعہ ۵۰ [illegible] کی رو سے وزارتی کونسل کو یہ اختیارات ہیں کہ وہ اسے پاس کریں اور وزراء کی کونسل اسمبلی کے سامنے جوابدہ نہیں ہوتی۔

ہماری ریاست کی فوج کا سب سے ممتاز پہلو ریاست [illegible] فوج میں بھرتی کرنے میں امتیازی سلوک روا رکھنے سے ہے ریاست کی فوج میں سوائے [illegible] کے چند فرقوں کے کسی بھی کشمیری کو چاہے وہ مسلمان ہو، سکھ، [illegible] پنڈت ہو بھرتی ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ جنگ کے دوران کشمیریوں نے اپنی فوجی قابلیت

کے جوہر صرف ہندوستانی فوج میں بھرتی ہو کر دکھائے ہیں۔ کشمیری عوام کی یہ بدقسمتی نہیں ہے کہ ایک طرف تو انہیں پوری نشوونما حاصل کی ہوئی ذات کا درجہ دیا جائے اور دوسری جانب ان سے یہ بھی کہا جائے کہ وہ ایک بیرونی فوج کے کل اخراجات کا بوجھ اپنے کندھوں پر سنبھالیں۔

راجہ کا خرچ خاص ہماری ریاست کے اخراجات کا اہم جزو ہے بلکہ [illegible] ریاست کی کل آمدنی کا تقریباً ۵ فیصد ہے لیکن یہ شاہی گودام، محکمۂ رسومات، ہز ہائینس کا سرشتہ خانہ، شکارگاہوں کے علاوہ ہے اور خرچ خاص اخراجات میں شامل نہیں۔ دراصل یہ سب اسی کا ایک حصہ ہے ان سب محکمہ جات کا مجموعی خرچ بارہ لاکھ صرف ہوتے ہیں۔ ایک اور مد عجیب ہے۔ ہز ہائینس تخت نشین ہوئے تو ان کی جاگیر اس لئے ریاست میں شامل کر دی گئی کہ وہ بیک وقت حکمران اور رعایا دونوں نہیں ہو سکتے اس لئے اس جاگیر کا معاوضہ ساڑھے آٹھ لاکھ روپے سالانہ مہاراجہ کو علیحدہ ملتا ہے۔ اس کے علاوہ انکم ٹیکس اور دوسرے ٹیکسوں سے مستثنیٰ ہیں۔

یادداشت میں کشمیر کی پسماندگی کا نقشہ کھینچتے ہوئے جاگیر چنہنی کے راجہ کی خرمستیوں اور کارستانیوں کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے:۔

نوٹ: چنہنی کا راجہ رعایا کی بہو بیٹیوں کو اغوا کرنے اور ان سے حرامکاری کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتا ہے۔ چنہنی جاگیر کے کئی باشندوں نے جموں اور دوسرے علاقوں میں آکر اس کے خلاف پولیس تھانوں میں [illegible] رپورٹیں درج کرائیں۔ ۱۰ مارچ ۱۹۴۷ کو مہاراجہ ہری سنگھ نے ایک حکم نامہ [illegible] اختیارات محدود [illegible] جاری کیا۔ ۵ اپریل ۱۹۴۸ کو شیخ صاحب کی حکومت نے جاگیر چنہنی [illegible] اپنے ہاتھ میں لیا اور اس خود ساختہ ریاست کو ضلع ادھم پور میں مدغم کیا گیا۔

بلکہ انفعالیت کا خصوصی نگہداشت بھی کی جاتی تھی۔ [illegible]

[illegible] ۱۹۹۰ کے

[illegible] اس جماعت نے [illegible] سیاست [illegible]

[illegible] انتخابات میں [illegible]

جماعت اسلامی [illegible] جماعت اسلامی [illegible]

[illegible]

جماعت اسلامی کے ہفت روزہ اخبار اذان کے ایڈیٹر نے [illegible] تحریک اسلامی جموں و کشمیر کے نام سے جو کتاب مرتب کی ہے اس [illegible] کشمیر کے باب میں میری تصنیف "تحریک حریت کشمیر" جلد اول کے کئی [illegible] کر کے اپنے ذہنی افلاس اور سفلہ پن کا مظاہرہ کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ [illegible] جماعت اسلامی میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو چوری کے سرمایہ [illegible] ہے بہرحال ان لوگوں کے قول و فعل میں تضاد پایا جاتا ہے [illegible] دوسروں کی محنت کو باپ دادا کی میراث سمجھ کر ہضم کرنے کے عادی [illegible] پر لازم ہے کہ وہ اپنے اصولوں کی پاسداری، صداقت اور دیانت [illegible] لوگوں [illegible]

کو پک کر لیا۔

پرجا پریشد

جموں [illegible] ۱۹۴۷ء [illegible] ملک میں (راشٹریہ سویم سیوک سنگھ) [illegible] جماعت کو غیر قانونی قرار دیا گیا۔ اس جماعت کے کچھ سرگرم ممبران سیاسی [illegible] یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ جماعت [illegible] ۱۹۳۶ء میں قائم کی گئی [illegible] ۱۹۴۲ء میں آر ایس ایس کے [illegible] اس جماعت کا عقیدہ ہے کہ [illegible] مسلمانوں کے [illegible] نکال باہر کیا جائے۔ [illegible]

[illegible] کشمیر ہندو راجیہ سبھا [illegible] اے ایس ایس [illegible] اس جماعت نے صوبہ جموں کے فرقہ وارانہ فسادات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ [illegible] اس تنظیم کے کئی ممبروں نے نیشنل کانفرنس میں [illegible] پناہ گاہ تلاش کی اور باقی ماندوں نے [illegible] نومبر ۱۹۴۷ء میں بلراج مدھوک کے ساتھ مل کر پرجا پریشد کے نئے نام سے اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کی راہ نکالی۔ اس کی پہلی ایڈہاک کمیٹی کے صدر وزیر ہری رام اور بلراج مدھوک سیکرٹری چنے گئے۔ کچھ عرصہ بعد جب یہ جماعت منظم ہوئی تو لالہ روپ چند کھندہ ایڈووکیٹ اس کے صدر منتخب ہوئے۔ بلراج مدھوک بدستور اس کے جنرل سیکرٹری بنے رہے۔

ملہ: بلراج مدھوک لداخ میں پیدا ہوئے ہیں۔ وزیر اعظم کشمیر کے آفس میں کلرک بھرتی

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۲۴ پر)

۱۔ حکومت پاکستان عوامی سطح پر قبائلیوں کو مجبور کریں کہ وہ کشمیر سے واپس نکل جائیں۔

۲۔ حکومت ہند کشمیر سے اسی صورت میں اپنی افواج کو واپس بلائے گی جب قبائلی واپس چلے جائیں گے اور حالات معمول پر آجائیں گے۔

۳۔ حکومت ہند اور حکومت پاکستان مشترکہ طور پر اقوام متحدہ سے استدعا کرے گی کہ وہ کشمیر میں فوری طور رائے شماری کا اہتمام کرے کیونکہ ہندوستان کی یہ خواہش ہے کہ کشمیر کے لوگوں سے اس مسئلے میں رائے دریافت کی جائے۔

لفظی جنگ

پاکستان کی جانب سے ابھی ان تجاویز کے بارے میں کوئی رد عمل ظاہر نہیں ہوا تھا کہ سردار پٹیل نے ۱۲ نومبر کو ریاست راجکوٹ میں ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے کشمیر کے بارے میں پاکستان کے طرز عمل اور رویہ کی مذمت کی۔

۱۹ نومبر کو لیاقت علی خان نے ایک بیان میں کشمیر پر ہندوستان کے [illegible] بند بکیم کہہ کر اسے آئینی و اخلاقی ناانصافی پر مبنی سامراجی نظریہ قرار دیا۔ لیاقت علی خان نے شیخ محمد عبداللہ پر نامعقول اور رکیک حملے کرتے ہوئے ہندوستان کا آلہ کار اور زر خرید غلام کے نام سے پکارا۔ انہوں نے اپنے بیان میں مزید کہا۔ اگر ہندوستان کی ملک گیری کی ہوس کا یہی عالم رہا تو اس کے نتائج نہ صرف ایشیا بلکہ دنیا میں خطرناک صورت اختیار کریں گے۔ حکومت ہند پر لازم ہے کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے [illegible] دنیا کے اس خطے میں جنگ و جدل اور بدامنی کا دور دورہ شروع ہو۔ لیاقت علی خان نے اپنے بیان میں اقوام متحدہ سے رجوع کرنے کی پیشکش کو مسترد کرتے ہوئے ظاہر کیا کہ اقوام متحدہ کی فوج کی نگرانی میں رائے شماری کرائی جائے تاکہ لوگ بغیر کسی دباؤ کے [illegible]

دے سکیں۔ لیکن مسئلہ کشمیر کے ساتھ جوناگڑھ کو بھی شامل کرنے کی انہوں نے تجویز رکھی۔

لیاقت علی خان کے بیان کا جواب دینا حکومت ہند پر لازمی تھا۔ مگر اب [illegible] شیخ صاحب بھی طیش میں آگئے انہوں نے حضرت بل میں تقریر کرتے نواب زادہ لیاقت علی خان کو مخاطب کرتے کہا ۔۔۔ "کشمیر نواب زادہ لیاقت علی خان کے باپ دادا کی جاگیر نہیں ہے۔ جو وہ آستین چڑھا کر بڑی بے حیائی اور ڈھٹائی سے بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہا ہے۔ کشمیر کشمیریوں کا ہے اور وہی اس کے حقیقی مالک ہیں۔"

حکومت ہند کا جواب

شیخ محمد عبداللہ کی تقریر کا ارتعاش باقی تھا کہ ۲۱ نومبر کو پنڈت جواہر لال نہرو نے حکومت پاکستان کو بذریعہ تار مندرجہ ذیل جواب دیا۔

۱۔ چونکہ اقوام متحدہ کے پاس کوئی فاضل فوج نہیں ہے اس لئے وہ ہماری اس فوج کی جگہ نہیں لے سکتی جو اس وقت قبائلیوں سے ریاست کو صاف کر رہی ہے۔

۲۔ کشمیر کی حکومت کوئی جاگیردار نہیں بلکہ وہ صحیح معنوں میں عوامی حکومت ہے اس لئے اقوام متحدہ کے زیر [illegible] متوازی حکومت بنانے کی تجویز کی کوئی جوازیت نہیں ہے۔

۳۔ ہم نے کشمیر کے عوام کو وعدہ دیا ہے کہ وہ بے آسرا انہیں چھوڑ کر جائیں گے اور جب تک کشمیر کی سرحدوں سے حملہ آوروں کو دھکیل نہ دیا جائے گا لوگوں کی رائے دریافت نہیں کی جا سکتی ہے اگر پاکستان کو قبائلیوں پر دسترس حاصل نہیں ہے اور ہم بھی اگر انہیں نہ روک کر باہر نکال سکیں تو ہمیں حکومت کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اس طرح لٹیروں اور قبائلیوں کا جو راج ہو گا ہماری حکومت اس پوزیشن کو زیادہ دیر برداشت نہیں کرے گی۔

پاکستان کا جواب الجواب

حکومت پاکستان نے ۲۵ نومبر کو ہندوستانی برقیے کے جواب میں بدیں مفہوم تار بھیجا

[illegible]

[illegible]

سٹیٹ پیپلز کانفرنس کا نائب صدر

[illegible]

[illegible]

اور محبوں کا بے دریغ استعمال کیا۔ انہیں یقین تھا کہ جاگیر شاہی سے نجات
قوم کی ایک کامیاب بغاوت میں پنہاں ہے۔ اس تحریک میں کشمیری خواتین نے بھی
بڑھ چڑھ کر حصہ ادا کیا۔ سلطان محمد اور سری نگر کے معرکوں میں کشمیر کی کئی بیٹیاں جاگیردارانہ
نظام کی گولیوں کا نشانہ بن گئیں۔ سری نگر میں قابل ذکر اسلام آباد کی تھیں جن میں ایک
شیر دل بیٹی نے ایک موقع پر اپنی جان دے دی کہ انقلاب کا [illegible] اور وطن سے عشق پر
کیا۔ [illegible] خود وہ قیدیوں کی [illegible] ان کے علاوہ [illegible] زینب بیگم بیگم
شیخ محمد عبداللہ، [illegible] بیگم [illegible] اور کئی دوسری خواتین ہیں جنہوں
نے قومی تحریک [illegible] جنگ [illegible] کو اس [illegible]
جنگ [illegible] نظر آتی ہے [illegible] کے واسطے جاگیر شاہی نے [illegible]

لہ اس تحریک کو [illegible] کے لئے بخشی غلام محمد اور غلام محمد صادق نے لاہور کے
[illegible] آتشی اسلحہ [illegible] کی ملکیت میں شامل
[illegible] استعمال کرنے کا بندوبست کیا تھا [illegible] اور ثابت نہ ہوئی ہو
[illegible] جنگ کے [illegible]
[illegible] مختلف مقامات پر استعمال کیا [illegible] بے اثر ثابت ہوئے [illegible]
[illegible] ایجاد ہوئے ہیں یا ان کو استعمال میں لانے والے
[illegible] کی فنی جانکاری سے ناواقفیت کی بنا پر ان کا صحیح استعمال نہیں [illegible]
[illegible] جبکہ تحریک
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] اجازت نہ دی۔ اس اثنا میں [illegible] ایک
[illegible] نہ چھوڑا انہوں نے [illegible]

الغرض [illegible] حضرات [illegible] بخشی غلام محمد، شیخ محمد عبداللہ
کی گرفتاری سے چند دن پہلے ہی [illegible] لاہور چلے گئے تھے اور شیخ صاحب کی گرفتاری کے
دوران [illegible] غلام محمد صادق [illegible] بخشی غلام محمد کے ساتھ ہی حکومت نے وارنٹ گرفتاری
جاری کئے تھے۔ [illegible] کی حالت میں لاہور [illegible] اور انہیں ایک [illegible] بٹھا کر
کوہالہ کے [illegible] رات کے [illegible] سری نگر سے [illegible]
جہاں [illegible] بخشی غلام محمد نے [illegible] ساتھ دیا۔ غلام
محمد صادق کے [illegible] ایک [illegible] کے ساتھ [illegible]
انجمن [illegible] حکومت [illegible] احمد [illegible] ساتھ [illegible] صاحبہ
کی [illegible] کے ساتھ [illegible] پولیس [illegible]
انہیں دیکھ کر [illegible] کی غرض سے [illegible] جوان [illegible]
طرح کشمیر کی خواتین نے اس تحریک میں اپنا شاندار رول ادا کیا۔ اگلے دن [illegible]
[illegible] کی طرح [illegible] رہی تھیں۔

لاہور کے قیام کے دوران ہی ایک دن رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی
نے بخشی غلام محمد، غلام محمد صادق، چودھری محمد شفیع کی ایک ملاقات کے دوران طنزاً
کہا۔ آج جبکہ ہندوستان تقسیم ہو رہا ہے اور پاکستان عالم وجود میں آ رہا ہے آپ لوگ ایک
بے مقصد تحریک کو چلا کر صرف عام لوگوں کی زندگیوں سے کھیل رہے ہیں بلکہ خود کو جیلوں
میں ڈال کر بدلتے ہوئے حالات سے بے خبر ہو رہے ہیں۔

ایسی ہی ایک محفل میں مولانا مظہر علی اظہر نے کشمیر کے قوم پرست رہنماؤں کے اس سوال پر

اُن کو مکمل ذمہ دار نظامِ حکومت حاصل ہو۔ اسی خواہش کے تحت ہم نے جموں و کشمیر کانسٹی ٹیوشن ایکٹ سمت ۱۹۹۶ کے ذریعہ ریاست میں ایک ایسی حکومت قائم کی ہے جو وزراء کی ایک کونسل، ایک مجلس قانون ساز جس میں منتخب ممبران کی اکثریت ہے اور ایک آزاد عدلیہ پر مشتمل ہے۔

آج تک جو ترقی ہوئی ہے اس پر ہمیں خوشی اور فخر ہے اور اس بات پر یکجا کر ہماری رعایا کی یہ جائز خواہش ہے کہ فوری طور پر ریاست میں ایک مکمل جمہوری آئین نافذ کیا جائے جس کے تحت ہر بالغ کو حق رائے دہندگی حاصل ہو۔ ریاستی انتظامیہ مجلس قانون ساز کے روبرو ذمہ دار ہو اور جس کا آئینی سربراہ ہمارے شاہی خاندان کا فرد ہو۔

ہم نے پہلے ہی اپنی رعایا کے ہر دلعزیز قائد شیخ محمد عبداللہ کو ایمرجنسی ایڈمنسٹریشن کا سربراہ مقرر کیا ہے اب ہماری خواہش ہے کہ مکمل ذمہ دار آئین نافذ ہونے تک ایمرجنسی ایڈمنسٹریشن کی جگہ ایک جمہوری حکومت قائم کی جائے اور اس کے اختیارات و فرائض واضح کردیئے جائیں۔ اس لئے ہم مندرجہ ذیل حکم صادر کرتے ہیں :۔

۱۔ ہماری کونسل آف منسٹرز پرائم منسٹر اور دیگر اُن وزراء پر مشتمل ہوگی جو وزیراعظم کے مشورے سے تعینات کئے جائیں۔ ہم نے ایک شاہی اعلان کے ذریعہ آج سے شیخ محمد عبداللہ کو وزیراعظم مقرر کیا ہے۔

۲۔ وزیراعظم اور دیگر وزراء ایک کابینہ اور مشترکہ ذمہ داری کے اصول پر کام کریں گے۔

۳۔ ہم اس موقعہ پر پھر سے یقین دلاتے ہیں کہ ہماری رعایا کے تمام فرقوں کو بلا لحاظ مذہب و ملت سرکاری ملازمت (سول و ملٹری) میں صرف بلحاظِ قابلیت برابر مواقع حاصل ہوں گے۔

۴۔ نارمل حالات قائم ہونے تک ہماری وزراء کی کابینہ کی کونسل مناسب قدم اُٹھائے گی تاکہ بالغ رائے دہندگی کے اصولوں کے مطابق منتخب اسمبلی قائم ہو اس اسمبلی کی تشکیل میں مدِنظر رکھا جائے کہ ہر حلقہ رائے دہندگی کو اسکی آبادی کے مطابق ہی نمائندگی حاصل ہو۔

۵۔ قومی اسمبلی جو آئین مرتب کرے۔ اُس میں اقلیتوں کے حقوق کی پوری پاسبانی کی جائے۔ اور اس میں ایسی دفعات رکھی جائیں جن کے ذریعہ تقریر و تحریر اور انجمن کے قیام کی مکمل آزادی کی ضمانت دی جاسکے۔

۶۔ قومی اسمبلی نیا آئین مرتب کرنے کے بعد اسے بوساطت کونسل آف وزراء کابینہ ہماری منظوری کے لئے پیش کرے گی۔

۷۔ اخیر میں ہم اس اُمید کو دہراتے ہیں کہ عوامی حکومت کا قیام اور مستقبل میں مکمل ذمہ دار آئین کا نفاذ ہماری رعایا کی خوشحالی، خوشی اور قومی و مالی ترقی کا شارح ہوگا۔

دستخط : ہری سنگھ مہاراجہ

جموں۔ ۵۔ مارچ ۱۹۴۸ء

اعلان کا شانِ نزول

مہاراجہ ہری سنگھ کے مجوزہ اعلان کا شانِ نزول کب، کہاں اور کس طرح ہوا۔ اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے کونسی منزلیں طے کرنی پڑیں۔ اس سلسلے میں مہر چند مہاجن اپنی تصنیف "لوکنگ بیک" میں انکشاف کرتے یوں رقمطراز ہیں :۔

"غالباً فروری ۱۹۴۸ء کے آخری ہفتہ میں مجھے دہلی سے وزیراعظم کے سیکرٹری نے ٹیلی فون پر دہلی آنے کو کہا۔ میرے دہلی پہنچنے پر وزیراعظم

آزادیٔ کشمیر کی کلی کھِل کر پھول بنی اور اس نے اپنی مہک کی وسعت سے ہندوستان
کی سیاسی فضا کو معطر اور اُس کے انقلاب انگیز نشیب و فراز میں توانائی و حرارت
بخشی۔

اس دور میں جب جاگیردارانہ نظام کے خلاف سفید آقا ہندوستان کو [illegible]
[illegible] بھلا کیسے ملکی [illegible]
ریاستوں کے تقریباً دس کروڑ باشندوں کو [illegible] اور معاہدوں کی زنجیروں کے نام
پر غلام بنائے رکھا جاتا [illegible] دس کروڑ باشندے
میں [illegible] معاہدوں کے خلاف علم بغاوت
بلند کرنے کی خاطر ایک مختصر مدت میں [illegible] شیخ محمد عبداللہ کی قیادت میں منظم
ہو کر [illegible] سے وہ جس ذلت آمیز غلامانہ زندگی کو قناعت
[illegible]
[illegible] ان کی قومی اہمیت
اور تاریخی روایات کی [illegible] پر وہ سر بکف اپنے حقوق کی بحالی کے لئے میدان میں کود
پڑے اور یہی وہ تاریخی پس منظر ہے جس نے [illegible] کشمیر تحریک کو جنم دیا۔

کوئٹ کشمیر کی پانچ تقریریں

اب [illegible] دیدہ و دل کا کام نہیں
اب عشق ہے خود [illegible] عشق کا [illegible] نہیں

[illegible] شیخ محمد عبداللہ [illegible]
[illegible]

کو شاہی مسجد کے احاطہ میں ایک عوامی اجتماع کو جاگیردارانہ نظام کے منفر اثرات
مذکورہ عہد نامہ کا سیاق و سباق اور برطانوی ہند میں دیسی ریاستوں کے
سے مذاکرات کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے غیر مبہم الفاظ میں اس ارادے اور پروگرام
کی وضاحت کی کہ دیسی ریاستوں کے پونے دس کروڑ باشندے ہمارے اشارے
کے منتظر ہیں کہ کب ہم کشمیر سے جنگ آزادی کا بگل بجائیں تاکہ وہ سربکف میدان
جہاد میں کود پڑیں۔ شیخ محمد عبداللہ اور ان کے رفقاء نے ۹ مئی سے ۱۹ مئی تک سرینگر
کے پانچ مختلف مقامات پر اپنے انقلاب انگیز خیالات کا اظہار کیا۔ شیخ محمد
عبداللہ کی ان تقریروں کے مفہوم کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

ہندوستانیوں کے جذبۂ حریت اور سالہا سال کی قربانیوں سے برطانوی
حکومت جھک گئی۔ اور وزیراعظم مسٹر اٹیلی نے اپنے تین نمائندوں کو خاص کر
کانگریس اور مسلم لیگ کے رہنماؤں سے مذاکرات طے کرنے کے لئے یہاں بھیجا۔ کہ
ان کے مشورے سے ہندوستان کی آزادی عمل میں آئے۔

ہندوستان دو حصوں میں منقسم ہے ایک وہ حصہ جس میں تیس کروڑ لوگ
رہتے ہیں اور براہ راست انگریزوں کے ماتحت ہے دوسرے حصے میں پونے دس
کروڑ لوگ رہائش کرتے ہیں اور وہاں راجوں، مہاراجوں کی وساطت سے انگریزوں
کی [illegible] جن میں چالیس لاکھ کشمیری بھی شامل ہیں۔

جب [illegible] کروڑ ہندوستانیوں کے نمائندے ہند کی آزادی اور تشکیل

[illegible] تحریک [illegible] ریاستوں [illegible] شیخ محمد عبداللہ کے
[illegible] کانگریس کی [illegible] ریاستوں [illegible]
[illegible]
[illegible]

وفد میں مسٹر ہاکسر اور مسٹر ٹی۔ این کول بھی شامل تھے۔

اس درمیانی عرصہ کے لئے بخشی غلام محمد کو قائم مقام ناظمِ اعلیٰ کے اختیارات سونپ دیئے گئے۔ اس سے قبل نائب ناظمِ اعلیٰ اور صوبہ جموں کے لئے ناظمِ اعلیٰ کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ انہوں نے جموں راج گڑھ میں جسٹس جانکی ناتھ وزیر کے سامنے اپنے نئے عہدے کا حلف اٹھایا۔ اس تقریب میں مہر چند مہاجن، کرنل چدو سنگھ پٹھانیہ چیف ایمرجنسی آفیسر جموں اور نیشنل کانفرنس کے چیدہ کارکن موجود تھے۔ بخشی غلام محمد نے اپنے مختصر عرصہ قائم مقام ناظمِ اعلیٰ کے دوران امنِ عامہ ایمرجنسی آرڈی ننس نافذ کیا۔ جو اس طرح ہے۔ (الف) ریاست جموں و کشمیر کے تمام باشندے اور سرکاری ملازم جنہیں یہیں بھی ہوں اور (ب) ریاستی باشندے جو ہندوستان یا پاکستان کے کسی حصے میں منتقل ہو گئے ہوں اس آرڈی ننس کی رو سے دشمن کے جاسوس وغیرہ متعلقین کو سزائے موت دی جا سکتی ہے جنہوں نے عمداً یا قصداً دشمن کی امداد و اعانت کرنے کے لئے یا کسی دوسرے شخص کے ساتھ اس غرض کے لئے سازش کی ہو کہ دشمن کو فوجی یا جانی نقصان پہنچ یا مدد مل سکتی ہو یا مل جانے کا اندیشہ ہو۔ ہندوستانی فوجوں، ریاستی فوجوں اور کسی ہندوستانی ریاست کی فوجوں کی فوجی کاموں میں خلل اندازی کا باعث بنا ہو یا فوج کسی کے جانے کے باعث خطرہ ہو یا غنڈہ گردی کا مجرم ہو۔ اس قسم کے جرائم پر جو ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کے[1]

---

[1] یہ اس آرڈی ننس کے تحت میں شیخ صاحب کے دورِ حکومت میں ان تمام لوگوں کو رہا کر دیا گیا جن سے نظریاتی اختلافات کے مجرم ٹھہرائے گئے اور اگست ۱۹۵۳ء کے بعد بخشی غلام محمد کی حکومت نے اس آرڈی ننس کا جس قدر غلط اور بیہودہ ڈھنگ سے استعمال کیا اس کی مثال مہذب دنیا میں ملنا محال ہے۔ شیخ محمد عبداللہ کے حامیوں کے علاوہ اس آرڈی ننس کے ذریعہ ایسے بے شمار لوگوں کو بھی قانون کا نشانہ بنایا گیا جن کی ماں بہن، بیٹی یا بیوی قبول صورت تھی۔ صادق صاحب کے دورِ حکومت میں اسی آرڈی ننس نے کشمیری مسلمان طالب علموں کی زندگی اجیرن بنا دی تھی۔

بعد سرزد ہوئے ہوں۔ اس آرڈی ننس کے تحت کارروائی کی جا سکتی ہے۔"

سزائے موت والے آرڈی ننس کا مژدہ سنانے کے بعد بخشی غلام محمد سری نگر آئے لیکن ان کے یہاں آنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد جموں میں دوبارہ فرقہ وارانہ فسادات اور گڑبڑ شروع ہوئی جس کو فرو کرنے کے لئے ان کا جموں میں مستقل قیام لازمی ٹھہرا۔ اس طرح اس درمیانی عرصہ کے لئے خواجہ غلام محمد صادق صوبہ کشمیر کے لئے قائم مقام ناظمِ اعلیٰ مقرر کئے گئے۔

نئی وزارت

فروری ۱۹۴۸ء کے آخری ہفتے میں شیخ محمد عبداللہ نیویارک سے واپس آئے۔ انہوں نے نئی دہلی میں اخباری نمائندوں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے کہا —

"آئندہ نیویارک جانے کا کوئی ارادہ نہیں۔ میں کافی دیر تک ریاست سے باہر رہا۔ اب میں کشمیر جاؤں گا اور جو فوجیں وہاں ملک کے بچاؤ پر مامور ہیں انہیں ہدایات دیتا رہوں گا۔"

اقوامِ متحدہ میں پاکستانی نمائندے کے اعتراضات اور تمسخر انگیز فقروں نے جن میں شیخ محمد عبداللہ کی حیثیت اور نمائندگی کو بار بار بالواسطہ یا بلاواسطہ چیلنج کیا جاتا رہا، کے پیشِ نظر حکومتِ ہند کے مشورے پر ریاستی وزراء کابینہ نے مہاراجہ کو اپنے استعفے پیش کئے۔ ۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو مہاراجہ نے ایک فرمان کے تحت شیخ محمد عبداللہ کو ریاست کے وزیرِ اعظم کے عہدے کا حلف لینے کا حکم جاری کیا۔ جو مندرجہ ذیل ہے:

"آج ماہ مارچ ۱۹۴۸ء کے پانچویں دن اور جاری حکومت کے تیسویں (۲۳) سال میں ہم نے خاندانی روایات کے مطابق وقتاً فوقتاً اپنی رعایا کو نظامِ حکومت میں زیادہ سے زیادہ شرکت کا موقع بخشا ہے جس کی غرض و غایت یہ تھی کہ جلد از جلد

ستلج کے مابین علاقہ کو انگریزوں کے حوالے کر دیا جائے اور ۔۔۔۔۔ ۱۵ پونڈ بطور
تاوان جنگ ادا کئے جائیں۔ چنانچہ ۹ مارچ ۱۸۴۶ء کو عہد نامہ لاہور کے ایک ہفتہ
بعد بیع نامہ امرتسر پر دستخط ہوئے جس کی رو سے گلاب سنگھ کو ۷۵ لاکھ نانک شاہی
روپیوں کے عوض کشمیر پر عملداری حاصل ہوئی۔ ان دنوں کشمیر میں سکھوں کا گورنر شیخ
امام الدین تھا۔ جونہی اسے اس خرید و فروخت کا علم ہوا اس نے کشمیر کے تمام چھوٹے
بڑے راجوں اور سلطانوں کو بغاوت پر اکسایا۔ انگریزوں نے شیخ امام الدین کو چالاکی
سے جھانسہ دے کر جالندھر بھیجا اور گرفتار کر کے لاہور میں قید کیا۔

اس خرید و فروخت میں کشمیر کے باشندوں کا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ بلکہ یہاں
گلاب سنگھ کو کشمیر پر قبضہ کرنے میں زبردست عوامی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اور
اس مزاحمت کو کچلنے میں انگریز رجمنٹوں کو ۹ نومبر ۱۸۴۶ء کے دن اس وقت اپنی شکست
تسلیم کرنا پڑی جب راجہ گلاب سنگھ و شہریان کے ملک کو اپنی قوم فروشی اور غداری
کی بنا پر کشمیریوں کی لاشوں کو روندتا ہوا فاتحانہ شان سے سرینگر میں داخل ہوا۔ یہی
وہ بیع نامہ امرتسر ہے جو انگریزوں اور راجہ گلاب سنگھ کے مابین طے ہوا اس کی رو
سے گلگت سے لے کر جنوب تک کا سارا علاقہ بمعہ سربفلک پہاڑ، ہرے
بھرے جنگلات، صحت بھرے دلکش نغمہ خواں دریا، اچھل کھاتی ہوئی ترنم ریز ندیاں
صاف و شفاف جھلمل جھیلیں، خوش ذائقہ و حیات آفرین چشمے، لہلہاتے کھیت،
زرخیز کھیت، لاثانی معدنیات سے لدے ہوئے باغ، زیرک، ذہین اور جفاکش
خوب رو انسان، مال مویشی، گھر بار، عزت و آبرو، ننگ و ناموس سمیت یورپ
کے تاجروں نے نیلامی کا مال سمجھ کر خالصہ دربار کے نمک خوار میاں گلاب سنگھ کو
خالصہ دربار کی بقایا رقم کے عوض فروخت کر کے اپنے بنیا پن کی تقدیر لکھ دی۔
تاریخ گواہ ہے کہ اہل کشمیر نے اس وقت بھی جب ان سے پوچھے بنا انہیں

نیلامی کا مال سمجھ کر امرتسر کی منڈی میں دو سوداگروں نے خرید و فروخت
کی تلوار سے غلامی کی زنجیروں میں جکڑ ڈالا تھا شیرازہ اتحاد منتشر ہونے کے باوجود
امکان بھر بغاوت کی اور اپنی بساط بھر ہمت و استقلال کا بھرپور مظاہرہ کیا۔
آج جبکہ پہلے افغانی سو سالہ جبری قبضے کے بعد عہد جہانگیری کے
پنجے اور پھر گیتی ہند سے اپنا جبروال تہہ کر کے جا بسے ہیں انہوں نے اپنے کشکول
بجائے بے شمار نمک خوار راجوں اور نوابوں کو یہ یاد کرانے کی سعی ناکام کی کہ تاج برطانیہ
سے ان کے اجداد سے کئے ہوئے معاہدوں، عہد ناموں اور دستاویزوں کی تقدیس
کو برقرار رکھا جائے گا۔ ہندوستان میں ان کی قائم کی ہوئی ۵۶۲ دیسی ریاستوں
کے عوام نے عموماً اور ریاست جموں و کشمیر کے غیور باشندوں نے خصوصاً اس
انداز بیان کو ایک چیلنج تصور کیا جس نے آگے چل کر تحریک آزادی کشمیر کی شکل اختیار
کی۔ یہ حقیقت اپنی جگہ مسلمہ ہے کہ دنیا میں کوئی تحریک اس وقت تک دیرپا
اثر اعلیٰ اور ثمر آور نہیں ہو سکتی جب تک کہ عام لوگ اس کے لئے تیار نہ ہوں۔ ریاست
جموں و کشمیر جو رقبے کے لحاظ سے ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست ہے محدود اقتصادی
وسائل، تنگ مزاج، کمینہ خصلت اور نکمے حکمرانوں کی وجہ سے انتہائی پسماندہ ریاست
رہی ہے۔ ۱۹۳۱ء میں جب پہلی مرتبہ یہاں کے لوگوں میں سیاسی بیداری کی لہر
موجزن ہوئی اور انسانی حقوق کی جدوجہد کے نام پر اہل ریاست اٹھ کھڑے ہوئے
جسٹس سر شاہ سلیمان نے جو کشمیری نسل سے تھے بیع نامہ امرتسر کے خلاف آواز بلند کی
اور ضروری مواد جمع کیا۔ تاکہ پریوی کونسل میں استقرار حق کا دعویٰ کر کے اس معاہدہ
کی تنسیخ کا مطالبہ کریں مگر ان کی عمر نے وفا نہ کی۔ یہ دور کشمیر میں سیاسی بالیدگی
کا آغاز تھا جس کی وجہ سے اس مسئلے پر مزید کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔ اور قدرت
نے اسے ۱۹۴۶ء کے کشمیر چھوڑ دو کے لئے انتظار میں رکھا۔ یہی وہ دور ہے جب تحریک

[illegible]

تقریباً ہر کاروائیوں کے باوجود کثیر [illegible] نے جاگیرشاہی کے خلاف جس جذبہ بیزاری
کا اظہار کیا وہ آزادی کی جنگ لڑنے والے [illegible] اپنے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
حالات پیدا کئے [illegible] مظفرآباد [illegible]
[illegible] اسلام آباد، کشتواڑ [illegible]
[illegible]
اور [illegible] انقلابی تحریک
کے [illegible] حکومت کے تمام [illegible]
سخت مقابلہ [illegible] اس تحریک کو جاری رکھنے کے لئے لوگوں کے پاس جو سب
[illegible] تھا وہ نفرت و حقارت کے [illegible] ایک صدی کے غلام
[illegible] کے واقعات [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] اس تحریک کے پس منظر میں [illegible] اس انقلاب کی اصلی
طاقت شہر اور دیہات کے کاشتکار اور صد سالہ جبر و تشدد [illegible]
انقلابی تھے۔ چنانچہ کئی مقامات پر ان انقلابیوں نے [illegible]

ہوم گارڈ (ملیشیا) میں ایسے لوگ موجود نہیں جو ایسے ہتھیاروں کو صحیح ڈھنگ سے استعمال کر سکیں گے، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بخشی غلام محمد نے ہزاروں میں یا [illegible] کے علم اور منظوری کے بغیر ہی ان ہتھیاروں کی سپلائی کا آرڈر دے دیا تھا۔"

اسی طرح حکومت ہند کو بھی اراکین یعنی شیخ محمد عبداللہ کے ارادوں پر شک کرنے لگی۔ حالانکہ ہند پارلیمنٹ میں اس پر طویل مدت تک بحث ہوتی رہی۔ چنانچہ ۲۰ جولائی ۵۲ء کو پارلیمنٹ میں جموں و کشمیر ملیشیا کے متعلق بحث میں مسٹر [illegible] نے ڈیفنس منسٹری کی طرف سے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ملیشیا [illegible] ڈیفنس یعنی حفاظت اور ریل، پل و وسائل کی حفاظت کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ ممبر خاص طور پر ہندو مہاسبھائی ممبر اس جواب سے مطمئن نہیں ہوئے۔ مسٹر سی۔ ایچ۔ چٹرجی اور ڈاکٹر [illegible] نے پوچھا کہ کیا یہ ہند فوج کا حصہ ہے یا ریاستی حکومت کے ماتحت ہے کیا حکومت ہند اس سے امداد دے رہی ہے اگر امداد دے رہی ہے تو حکومت ہند کو ملیشیا پر کیا اختیارات حاصل ہیں۔

پنڈت نہرو نے بحث میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ ملیشیا اصل میں ایک قسم کی [illegible] ہے حکومت ہند نے اس کی تربیت کے لئے چند فوجی افسروں کی خدمات ریاستی حکومت کو مستعار دی ہیں اس کا فوج سے کوئی تعلق نہیں ہے ملیشیا ایک سیاسی [illegible] کا فوج سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

غرض [illegible] کا خیال تھا کہ موجودہ حالات میں جہاں تک ہو سکے [illegible]

کی بازی لگانا زیادہ موزوں ہے۔ بالنسبت اس کے کہ خطرہ محسوس کر کے انسان اپنے اصولوں کو قربان کر دے۔ بہرکیف شک و شبہات کے اس بیج نے کشمیری لیڈروں اور مرکزی حکومت کے درمیان آگے چل کر وسیع خلیج پیدا کی وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی۔ جہاں جو [illegible] اور سردار ولبھ بھائی پٹیل کی شدید مخالفت نے پنڈت جواہر لال نہرو کی زبانی حمایت اور ہمدردیاں کو بار آور نہ ہونے دیا [illegible] پنڈت جی بھی اس نظریہ کے قائل ہو گئے کہ ریاست الگ فوج کے اخراجات برداشت کرنے کے قابل نہیں ہے۔ بالآخر اس فوج کو ۱۹۵۳ء کے بعد ہندوستانی دفاعی افواج میں ضم کر کے اس کا حصہ قرار دیا گیا۔

ویمنز ڈیفنس کور

پیس بریگیڈ سے پہلے کئی اور نیم عسکری تنظیمیں وجود میں آئیں۔ جن میں ہوم گارڈ کشمیر آرمڈ پولیس، [illegible] سٹاف، فیلڈ ورکرز آرگنائزیشن قابل ذکر ہے۔ حکومت نے عورتوں کو بھی [illegible] فوجی ٹریننگ دینی لازمی سمجھی۔ چنانچہ کشمیر ویمنز ڈیفنس کور کے نام سے ایک تنظیم زینب بیگم کی سرکردگی میں قائم کی گئی [illegible]

بارہ شرمیتی ہو یا وقف تقریباً ڈیڑھ لاکھ کنال اراضی کی اس وقت مالک ہے۔ کیونکہ زمین اُن کی تھی یا اُن غریب کسانوں کی جنہوں نے بندوبست سے پہلے بنجر زمینوں کو اپنا خون دے کر آباد کیا تھا۔ آینگر صاحب یہ داستان بہت طویل ہے۔ آج کل کے ملک کی کے حاجب رہ چکے ہیں لیکن عوام شخصی یا ذاتی نظر سے اس کو نہیں دیکھتے وہ نظام دفن ہو چکا ہے۔ ملک نئی صبح کی شعاعوں سے روشن ہو رہی ہے انہیں انصاف کے تقاضے پورے کرنے ہوں گے۔

یہی وجہ تھی کہ جب ہندوستان کے تقریباً تمام سرمایہ دار ہندو اور فرقہ پرست لیڈروں نے شیخ محمد عبداللہ کی ذات پر شک کرنا شروع کیا اور ان کے خلاف تقریریں کیں باوجود فرقہ پرست اور کمیونسٹ کہنے لگے تا کہ سکھوں کو کانگریس میں سردار ولبھ بھائی پٹیل اور دوسرے حکومت ہند اور دوسرے فرقہ پرست جماعتوں کے لیڈروں کی حمایت و پشت پناہی حاصل تھی۔ جموں و کشمیر میں ہندو جاگیردار شیخ محمد عبداللہ کی حکومت کے سب بڑے [illegible] زرعی اصلاحات سے براہ راست متاثر ہوئے تھے۔ ہندوستان [illegible] ہوا کہ مسلمان پاکستان سے [illegible] ہندوستان کی غالب اکثریت فرقہ [illegible] یہ سوچ رہی تھی [illegible] شیخ محمد عبداللہ ریاست میں [illegible] ہندوؤں کا [illegible] ریاست سے [illegible] نہیں [illegible] شیخ محمد عبداللہ کے خلاف ہندوستان میں نفرت و حقارت [illegible] میں [illegible] ہو گئے [illegible] اس وقت [illegible] ہندوستان سے [illegible] کرنے [illegible] کہ شیخ [illegible] برداشت کرنی پڑی۔

شروع [illegible] منتقلی [illegible] بعض [illegible]

اس پر حکومت کے کارندے مہر تصدیق ثبت کیا کرتے تھے۔ اس دور میں اکثر منتقلی کے کاغذات پر کئی تحصیلداروں نے تصدیقی فیصلہ میں لکھا ہے "نیا کشمیر زندہ باد شیر کشمیر کا کیا ارشاد ہندو مسلم سکھ اتحاد اور اسی نظریہ کے تحت مسمی ______ کا زمین بنام ______ تحصیل ______ موضع ______ کو منتقل کیا جاتا ہے۔" اس منتقلی کے بارے میں مہاراجہ ہری سنگھ نے اعلیٰ سرکار کے سامنے بارہا شکایت کی کیونکہ اس طرح اس کی ملکیتی اراضی کا بہت سارا رقبہ اس زد میں آیا تھا۔ اس ضمن میں قانون بعد میں بنایا گیا۔

چنانچہ صوبہ جموں میں جہاں سے بڑی تعداد میں مسلمان پاکستان ہجرت کر گئے تھے اور ان کی زمینیں زرعی اصلاحات کے تحت نہ آنے کے باوجود ان پر غیر مسلم قبضہ کرنے کے لئے تحصیلداروں اور محکمہ مال کے دوسرے ملازمین نے اختیارات اپنے ہاتھوں میں لئے۔ ان کے علاوہ کئی غیر سرکاری لوگوں نے بھی ان متروکہ زمینوں کو حاصل کر کے غیر مسلموں کے نام زمین منتقل کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ سمجھا سنگھ نام کے ایک ڈرائیور نے جو بعد میں تحصیلدار سنگھ کے نام سے مشہور ہوا خود کو سپیشل تحصیلدار ظاہر کر کے کٹھوعہ کے دیہی علاقوں میں ہزاروں کنال زمین حسب پسند لوگوں میں منتقل کر کے بندوبست کی کتابوں میں درج کرایا۔

الغرض بڑی مشکلوں اور کاوشوں کے بعد گوپالا سوامی آینگر کو ریاست میں زرعی اصلاحات کی ضرورت کے اسباب سمجھ میں آ گئے۔ اسی طرح قانون خاتمہ جاگیرداری بمطابق گورنمنٹ آرڈر زیر نمبر [illegible] مورخہ ۳۰ جون ۱۹۵۰ء جو گورنمنٹ گزٹ میں ۲۳ اکتوبر ۱۹۵۰ بکرمی مطابق ۸ جولائی ۱۹۵۰ء میں شائع ہونے کے بعد ریاست میں نافذ العمل ہوا۔

دو نئی سیاسی جماعتیں

جیسا کہ آگے ذکر کیا گیا ہے کہ ریاست جموں و کشمیر میں ظفر الٰہی [illegible] کے

[illegible]

سیاسی اتحاد کی ایک اور کوشش

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نے شرکت کی۔ کانفرنس کے غرض وغایت بیان کرتے ہوئے پنڈت جی نے کہا،
"ہندوستانی ریاستوں کی آزادی ہند کی آزادی میں لازماً
شامل ہونی چاہیئے ورنہ ہندوستان میں قیام امن ناممکن ہے۔"
اس کانفرنس میں شیخ صاحب نے مہمان خصوصی کی حیثیت میں شرکت کی۔ انہوں نے
اپنے سیاسی عقیدے اور خیالات کا اظہار کرتے ہوئے مختلف موضوعات پر نامہ نگاروں
کے سوالات کا جو جواب دیا اُس کا خلاصہ یوں ہے۔

ہندوستانی صوبجات کی لسانی، تہذیبی اور تقسیماتی بنیادوں اور دیگر
ان تمام مشترکہ خصائص کو ملحوظ رکھ کر نئی حد بندی کی جائے جو ایک قومیت کے لئے
ضروری اجزا ہو سکتے ہیں۔ یہ تمام کام مکمل کرنے کے فوراً بعد ہر ایسی وحدت کو ایک خود
مختار وحدت تسلیم کی جائے اور کسی پابندی کے بغیر خود ارادیت کا حق تسلیم کیا جائے۔
ہر ایک وحدت کو یہ حق ہونا چاہیئے کہ مجوزہ فیڈریشن کے ساتھ الحاق کرے یا نہ کرے اور
اگر کسی وقت الحاق کرے بھی تو اس کو اس کے ساتھ ہی یہ حق حاصل ہونا چاہیئے کہ جب
کبھی یہ مناسب سمجھے تو اس فیڈریشن سے علیحدگی اختیار کرے اس لئے ہم مکمل حق
خود ارادیت کے حامی ہیں اور جو کچھ میں نے کہا اُس تمام پس منظر کو مدنظر رکھ کر میری
رائے ہے کہ اگر حق خود ارادیت کو صرف مذہبی بنیادوں پر عمل میں لایا گیا۔ تو ایسی
صورت سائینٹفک نہیں ہو سکتی ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ صورت خطرناک۔ اور
رجعت پسندانہ ہوگی۔ میں بے شک متحدہ ہندوستان کا خواہاں ہوں گا جس میں ہماری
قسمت کی نگرانی اور رہبری موثر طریقے سے ہو سکے لیکن وہ یک جہتی جابرانہ نوعیت
کی نہیں بلکہ رضامندانہ ہونی چاہیئے۔

ریاستوں کے باشندے اب پہلے سے زیادہ بیدار ہو چکے ہیں اور ان میں
ایک وسیع سیاسی بیداری پیدا ہو چکی ہے کوئی ایسی بات جس میں اُن کو نظر انداز کیا

جائے گا، خودکشی کے مترادف ہوگی۔ ہم کسی سے بھیک نہیں مانگتے۔ ہمارے مطالبات
کی پشت پر ایک منظم اور متحد عوامی طاقت ہے جس وقت ہندوستان کی آئین سازی
کا وقت آئے گا۔ تو ریاستی ہندوستان کے باشندے اس امر کا دعویٰ کریں گے کہ وہ اپنی
قسمت کا فیصلہ خود کریں گے اور وہ تماشائی کی حیثیت میں خاموش نہیں بیٹھیں گے۔
اس موقع پر ایک امریکی صحافی نے شیخ صاحب سے دریافت کیا کہ نیشنل کانفرنس
ریاست میں کتنے لوگوں کی نمائندہ جماعت ہے۔ اس مرحلے پر پنڈت جواہر لال نہرو نے
مداخلت کی اور کہا۔ یہ عجیب سوال ہے۔ نیشنل کانفرنس کی طاقت جاننے کے لئے
آپ ایک بار کشمیر تشریف لے جائیں تو خود ہی اندازہ ہوگا کہ نیشنل کانفرنس کس طاقت
کی مالک ہے۔

قدم قدم پر نئے ہنگامے

دہلی سے واپسی پر شیخ محمد عبداللہ کو ریاست میں ایک عجیب غیر متوقع صورت
حال کا سامنا کرنا پڑا وہ تھا جموں شہر میں عید میلاد النبیؐ اور ختم استسقیٰ کے موقع
پر ہنگامہ خیز فساد، جس میں تقریباً پچاس زخمی اور پانچ افراد کی موت واقع ہوئی تھی۔
اس افسوسناک حادثے نے وادی میں بھی حالات کشیدہ بنا لئے تھے۔ اس واقعے سے نیشنل
کانفرنس کے بعض سرکردہ اشخاص اس قدر متاثر ہوئے تھے کہ انہوں نے بڑی سرعت سے
اپنے قوم پرستانہ نظریئے پر دوبارہ غور کرنا شروع کیا تھا اور ان حلقوں میں یہ آواز صاف
سنائی دینے لگی کہ ریاست میں نیشنل ازم کا تجربہ ناکام ہوا ہے۔ اس لحاظ سے مسلم
کانفرنس کو اپنایا جائے چنانچہ نیشنل کانفرنس کے قائم مقام سیکریٹری غلام محی الدین
قرہ کے دستخط سے کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی کے تمام سرکردہ ممبروں کو ایک سرکولر نما
خط اس نظریے کی حمایت میں اور ان کی رائے جاننے کے لئے بھیجا گیا۔ اس خیال کی مخالف

ساتھ ساتھ کئی چھوٹی چھوٹی سیاسی و نیم سیاسی جماعتیں وجود میں آئیں اور موسمی جراثیموں کے مانند فنا ہوگئیں۔ البتہ جماعت اسلامی جو ۱۹۴۱ء میں صوبہ کشمیر میں اور پرجا پریشد ۱۹۴۷ء میں صوبہ جموں میں معرض وجود میں آئیں۔ یہ جماعتیں ریاست کے سیاسی افق پر دور رس نتائج کی حامل قرار پائی ہیں، جس کا تذکرہ اس کتاب کی اگلی جلد میں آئے گا۔ یہاں ان کا مختصر تعارف کرنا مقصود ہے۔

جماعت اسلامی

یہ جماعت سید ابو الاعلیٰ مودودی کے افکار و نظریات کو سمجھنے اور ان کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ۱۹۴۱ء میں دربھنگہ بہار میں ہندوستان کے پچھتر چیدہ چیدہ علماء دین نے قائم کی۔ اور اسی اجلاس میں مولانا مودودی امیر جماعت منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۸ء میں مولانا مودودی کی مشہور و معروف کتاب "الجہاد فی الاسلام" شائع ہوئی، جس سے علامہ اقبال جیسی شخصیت بھی متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکے۔ ترجمان القرآن نامی رسالہ جو اس سے قبل مولانا مودودی کی زیر نگرانی حیدرآباد دکن سے شائع ہو رہا تھا۔ جس میں مولانا نے اسلامی نظام حیات کا تصور اور دین بحیثیت تحریک پیش کرنے کے ضمن میں سلسلہ مضامین لکھے تھے، ان سے متاثر ہو کر چودھری نیاز علی خان نے پٹھانکوٹ کے قریب زمین کا ایک وسیع قطعہ دارالاسلام کے نام سے جماعت اسلامی کے لئے وقف کیا اور یہیں مولانا مودودی نے ۱۹۴۲ء میں کل ہند جماعت اسلامی کے پہلے اجتماع کا اہتمام کرایا اور اسی اجتماع میں سب سے پہلے صوبہ کشمیر سے جناب سعد الدین اور قاری سیف الدین صاحبان نے شرکت کی۔ جناب سعد الدین ان دنوں چکار نام کے گاؤں جو آجکل آزاد کشمیر میں شامل ہے، میں بحیثیت معلم تھے۔ ان ہی کی دعوت اور ترغیب پر قاری سیف الدین جو ان دنوں [illegible] کانگریسی تھے۔ اور گوپالا سوامی آئینگر کی وزارت کے خلاف [illegible] تھے۔ لیکن ۱۹۴۲ء

میں جب قائد اعظم محمد علی جناح سری نگر آئے انہوں نے اپنے آپ کو مسلم لیگی سیاست سے وابستہ کیا۔ دارالاسلام میں ہی ان کی ملاقات ایک اور کشمیری عالم مولانا غلام احمد احرار سے ہوئی۔ ان کے علاوہ صوبہ جموں سے کئی علماء دین کے چودھری محمد شفیع، عبدالودود، الف الدین نے بھی اس اجتماع میں شرکت کی۔

دارالاسلام سے واپسی پر انہوں نے قاری سیف الدین کے مکان واقع خانیار سری نگر میں ہم خیال احباب کے ساتھ مل کر ہفتہ وار اجتماعات کئے اور ساتھ ہی جامع مسجد سری نگر میں اکثر و بیشتر نشستیں کرتے رہے جن میں درس قرآن اور درس حدیث کا دیا جانا بھی شامل ہوتا۔

اگست ۱۹۴۲ء میں قاری سیف الدین کے مکان پر ایک خاص اجتماع ہوا۔ جس میں لاہور کے مشہور عالم دین پروفیسر بشیر آفندی جو مولانا مودودی کے دوست تھے، نے بحیثیت مقرر شمولیت کی اور اپنے زریں خیالات کا اظہار کیا۔ اس طرح دعوتی کشمیر میں [illegible] بڑھتا گیا۔ جن میں خاص طور پر محمد حسین چشتی اور سید محمد شفیع ڈاب بازار قابل ذکر ہیں۔ سید محمد شفیع کی دعوت پر جماعت کے اجتماعات ان کے ہاں بھی ہونے لگے۔ اس طرح جماعت کا دوسرا سالانہ اجتماع ڈاب بازار سری نگر میں ۱۹۴۲ء میں ہوا، جس میں اسلام بحیثیت نظام زندگی، قرآن بحیثیت ضابطہ حیات نصب العین ٹھہرا کر اس کی باضابطہ ترویج و تبلیغ کے لئے تین اصول قائم کئے گئے۔ ۱۔ خدا پرستی، ۲۔ انسان دوستی، ۳۔ آخرت پسندی۔

۱۹۴۹ء میں سعد الدین کی ادارت میں ماہوار "آذان" سری نگر سے اجراء ہوا۔ اس جماعت نے وادی کشمیر میں درسگاہوں کا جال بچھایا۔ جن میں اکثر مقامات پر مسلمان بچوں کے دوش بدوش سکھوں کے بچے بھی تعلیم حاصل کرتے دیکھے گئے۔ اس کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ ان درسگاہوں میں اسلامی تعلیم کے ساتھ ساتھ نہ صرف مروجہ تعلیم [illegible] دی جاتی تھی۔

چل کر محض الحاق کی توثیق کریں گے۔

اس وقت تک حکومت ہند کا واضح نظریہ یہ تھا کہ ریاست سے قبائلیوں کے نکلنے کے فوراً بعد غیر جانبدار طور پر ادارہ اقوام متحدہ کی زیر نگرانی رائے شماری کرائی جائے گی۔ چاہے اس کے نتائج کچھ بھی ہوں حکومت ہند انہیں تسلیم کرنے کا پابند ہوگا۔

داستان گوئی

شیخ محمد عبداللہ نے نہ تو ڈاکٹر رام منوہر لوہیا کے بیان کی تائید کی اور نہ تردید البتہ اُن کے بیانات اور تقاریر میں جو جدت اور نیا پن نکھر آیا اُس سے یہ مترشح ہونے لگا کہ شیخ محمد عبداللہ پاکستان پر ہندوستان کو ترجیح دے رہے ہیں۔ عام لوگوں کے ذہنوں میں پاکستان کے خلاف جذبۂ نفرت پیدا کرنے کے لئے وہ اور اُن کے دست راست ساتھیوں نے جھوٹے لاکھوں افسانے اور حکایتیں، پبلک جلسوں اور نجی مجلسوں میں تراشنے شروع کئے۔ اس قصہ گوئی کی ابتداء ۲۳ نومبر ۱۹۴۷ء کو شیخ محمد عبداللہ نے کشمیر چیمبر آف کامرس کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر اپنی تقریر میں اوڑی کے کسی بے نام گوجر سے منسوب کہانی کو ڈرامائی انداز میں دہراتے ہوئے ادا کی۔

"آتی دفعہ قبائلی ڈاکوؤں نے علاقہ بھر کی بھیڑ بکریاں، بھینس، بیل اور مرغیاں لوٹ لیں اور انہیں ذبح کرکے چٹ کرگئے۔ اس گوجر کے پاس صرف ایک بھینس رہ گئی۔ اس کا دودھ وہ ان قبائلیوں کو پلاتا رہا۔ جاتی دفعہ قبائلیوں نے اس سے مرغے کا مطالبہ کیا۔ مرغا اُس کے پاس تھا کہاں جو وہ انہیں پیش کرتا۔ انہوں نے غصے میں آکر اسی بھینس کو ہلاک کر ڈالا اور اس کی آخری پونجی سے بھی اسے محروم کیا۔"

یہ حقیقت شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ قبائلیوں نے ریاست کا رخ کرکے

عبور کرتے ہی قتل و غارت گری اور لوٹ مار کا بازار گرم رکھا۔ مگر عوامی حکومت کے بعض[1] نقیب ان قبائلیوں سے کچھ کم نہ تھے جنہوں نے امن و قانون کے نام پر عوام الناس کا جینا دوبھر کیا جس سے وادی میں دہشت گری کا دور دورہ شروع ہوا۔ اس اندرونی انتشار سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے" قومی رہنماؤں" نے قبائلیوں کے لوٹ مار[2] کے افسانوں کو مبالغہ آمیز حاشیوں کے ساتھ سنانا شروع کیا۔

قطع نظر دوسرے قائدین کی گوہرفشانی کے یہاں مشتے نمونہ از خروارے مولانا مسعودی کی ایک تقریر کے اقتباس پر قناعت کی جاتی ہے۔

اپریل ۱۹۴۸ء میں مولانا مسعودی فوج اور شہری آبادی کے درمیان بحیثیت لیزان آفیسر کے کرناہ، ہندواڑہ کے علاقے میں خدمات انجام دے رہے تھے۔ ان دنوں والہ پورہ (ہندواڑہ کے قریب ایک گاؤں) میں قبائلیوں اور ہندفوج کے درمیان گھمسان کا رن جاری تھا۔ مولانا، بریگیڈیر ہربخش سنگھ کی معیت میں اسی محاذ کے دورے پر گئے تھے جہاں مولانا کے کندھے پر گولی لگی۔ بریگیڈیر ہربخش سنگھ نے انہیں انتہائی چابکدستی سے اپنے کندھے پر اٹھایا اور فوری طبی امداد بہم پہنچائی، مولانا کئی مہینوں تک ہسپتال

---

[1] : مخلتف نظیروں کے علاوہ، اعلیٰ سرکاری عہدیداروں نے بھی سرکاری املاک کو لوٹا۔ حالانکہ مفتی رشید الدین نے گلمرگ میں محکمہ تواضع کے قالین اور دوسرا سامان لوٹ کر گھر کو سجایا جو بعد ازاں تلاشی کے دوران برآمد کیا گیا۔

[2] : ۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء یوم شہدا کے موقع پر شیخ صاحب نے مزارِ شہدا پر تقریر کرتے کہا۔ قبائلیوں کے لوٹ مار اور قتل و غارت کے جتنے بھی واقعات ہم ماقبل کہتے رہے اُن کی تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ غیر مصدقہ اور مبالغہ آمیز تھے۔

جاء الحق وزھق الباطل   ان الباطل کان زھوقا"

غلام عباس خان اور جنرل سیکرٹری آغا شوکت علی تھیں۔ ؎

انور کاشمیری نے اپنے پہلے صداقتی فرمان میں اعلان کیا۔

"برطانوی تاج کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ کشمیر کا مطلق حکمران مہاراجہ اُن حقوق سے محروم ہوگیا ہے جن کا اس کو معاہدہ امرتسر کے مطابق دعویٰ تھا۔ اس معاہدہ کے مطابق کشمیر کو انگریزوں نے وہاں کے موجودہ حکمران کے جد مہاراجہ گلاب سنگھ کے نام پچاس لاکھ کی حقیر رقم کے عوض منتقل کیا تھا۔ اب ریاست کے لوگوں نے ایک عارضی ری پبلکن حکومت قائم کی ہے جس کا صدر مقام مظفرآباد میں ہے۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی رات کے ایک بجے کے بعد ہری سنگھ (موجودہ حکمران) یا اس کے احکام کے ہدایات کے تحت کوئی اور شخص اس ریاست پر حکمرانی کا دعویٰ کرے گا تو اس کو عارضی حکومت کے قوانین کے مطابق سزا دی جائے گی۔ اب سے تمام قوانین احکام اور ہدایات جو عارضی حکومت کی طرف سے صادر ہوں پر عمل کیا جائے گا اور لوگوں کو ان کی مطابقت کرنا ہوگی۔"

اس اعلانی نامے کو اردو اور انگریزی میں پمفلٹوں کی صورت میں کپواڑہ، ہندواڑہ، بارہ مولہ، سوپور، اوڑی اور جموں میں ریڈیو پاکستان کے نشر کے بعد ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کیا گیا۔ اس اعلان کے بارے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو راولپنڈی میں مری روڈ پر واقع پیرس ہوٹل میں سید نذیر حسین شاہ، مولوی غلام حیدر جنڈالوی اور غلام نبی گلکار نے نواب مشتاق اور عبدالقیوم خان کے اشارے پر ایک خصوصی میٹنگ کی جس میں طے پایا کہ جونا گڑھ کی طرز پر ایک عارضی حکومت کا قیام عمل میں لایا جائے اور اس کے لئے ایک فرضی نام کا صدر مقرر کیا جائے۔ کافی غور و خوض کے بعد طے پایا۔ غلام نبی گلکار جو انور کاشمیری

تخلص کرتے ہیں لیکن وہ غلام نبی گلکار کے نام سے ہی جانے جاتے ہیں۔ اسی غیر معروف تخلص کو صدر کے نام کے لئے استعمال کیا جائے۔ میٹنگ کے اختتام پر پیرس ہوٹل سے نکلتے ہی انہوں نے مہاراجہ ہری سنگھ کے نام ایک برقیہ میں انور کاشمیری کی طرف سے عبوری آزاد حکومت کے قیام اور ہری سنگھ کی معزولی کا پیغام بھیجا تھا۔ اب کچھ لوگ غلام نبی گلکار کے مرزائی عقیدے کی وجہ سے ہی ان کا پہلا اور عبوری صدر ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ لارڈ برڈ ووڈ نے اپنی کتاب ٹو نیشنز اینڈ کشمیر میں بھی غلام نبی گلکار کے صدر ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ بعض لوگ غلام نبی گلکار کے مذہبی عقیدہ کی ضد میں خورشید احمد کو انور کاشمیری بتاتے ہیں گے۔ حالانکہ وہ ریاستی باشندہ تھا اور مسلم کانفرنس کا ممبر سری نگر میں تھا۔ تقریباً ایک برس تک جیل میں رہنے کے بعد غلام نبی گلکار کو بریگیڈیئر گھنسارا سنگھ گورنر گلگت کے تبادلہ میں پاکستان بھیجا گیا جہاں آپ ۱۸ جولائی ۱۹۷۳ء کی صبح کو راولپنڈی میں انتقال کر گئے۔ ان کی کابینہ میں ڈاکٹر ضیاء الاسلام، شیخ افتخار اور کچھ دوسرے اصحاب شامل تھے۔

سری نگر میں انور کاشمیری کی گرفتاری کی خبر پہنچنے کے بعد حکومت پاکستان کے سامنے یہ مسئلہ کئی دنوں تک زیر غور رہا کہ اب کس کو صدر بنایا جائے۔ پاکستانی حکومت کی یہ خواہش تھی کہ آزاد کشمیر کے صدر کے لئے ریاست جموں و کشمیر کا کوئی پڑھا لکھا معروف سیاستدان ہو۔ چنانچہ انہوں نے اس ضمن میں تین نام منتخب کئے۔ میر واعظ یوسف شاہ اور چوہدری حمید اللہ نے اس پیشکش کو قبول کرنے سے اس وجہ سے معذرت کی کیونکہ ان کے بچے اور افراد سری نگر اور جموں میں تھے۔ اس سے انہیں مصائب میں مبتلا ہونے کا خدشہ تھا۔ بالآخر قرعہ فال سردار محمد ابراہیم خان پر پڑا۔ اور بالآخر ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ریڈیو پاکستان نے رات کے نو بجے کی خبروں میں بڑے طمطراق سے یہ خبر نشر کی کہ آزاد کشمیر میں جمہوری حکومت سردار محمد ابراہیم خان کی قیادت میں ایک آزاد اور

چل کر مکمل الحاق کی توثیق کریں گے۔

اس وقت تک حکومت ہند کا واضح نظریہ یہ تھا کہ ریاست سے قبائلیوں کے تخلیہ کے فوراً بعد غیر جانبدارانہ طور پر ادارہ اقوام متحدہ کی زیر نگرانی رائے شماری کرائی جائے گی۔ چاہے اس کے نتائج کچھ بھی ہوں حکومت ہند انہیں تسلیم کرنے کی پابند ہوگی۔

داستان گوئی

شیخ محمد عبداللہ نے نہ تو ڈاکٹر رام منوہر لوہیا کے بیان کی تائید کی اور نہ تردید البتہ ان کے بیانات اور تقاریر میں جو جدت اور نیا پن نکھر آیا اس سے یہ مترشح ہونے لگا کہ شیخ محمد عبداللہ پاکستان پر ہندوستان کو ترجیح دے رہے ہیں۔ عام لوگوں کے ذہنوں میں پاکستان کے خلاف جذبۂ نفرت پیدا کرنے کے لئے وہ اور ان کے دست راست ساتھیوں نے جھوٹے لاکھوں افسانے اور حکایتیں پبلک جلسوں اور نجی مجلسوں میں تراشنے شروع کر دیئے۔ اس قصہ گوئی کی ابتداء ۲۳ نومبر ۱۹۴۷ء کو شیخ محمد عبداللہ نے شیخ چیمبر آف کامرس کے سالانہ اجلاس کے موقع پر اپنی تقریر میں اڑی کے کسی بے نام گوجر سے منسوب کہانی کو ڈرامائی انداز میں دہراتے ہوئے یوں کی:

"ایک دفعہ قبائلی ڈاکوؤں نے علاقہ بھر کی بھیڑ بکریاں، بھینسیں، بیل اور مرغیاں لوٹ لیں اور انہیں ذبح کر کے چٹ کر گئے۔ اس گوجر کے پاس صرف ایک بھینس رہ گئی۔ اس کا دودھ وہ ان قبائلیوں کو پلاتا رہا۔ جاتی دفعہ قبائلیوں نے اس سے مرغے کا مطالبہ کیا۔ مرغا اس کے پاس تھا کہاں جو وہ انہیں پیش کرتا۔ انہوں نے غصے میں آ کر اسی بھینس کو ہلاک کر ڈالا اور اس کی آخری پونجی سے بھی اسے محروم کیا۔"

یہ حقیقت شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ قبائلیوں نے ریاست میں داخل ہوکر

شروع کرتے ہی قتل و غارت گری اور لوٹ مار کا بازار گرم رکھا۔ مگر عوامی حکومت کے مختلف عہدیدار[1] ان قبائلیوں سے کچھ کم نہ تھے جنہوں نے امن و قانون کے نام پر عوام الناس کا جینا دوبھر کیا جس سے وادی میں دہشت گری کا دور دورہ شروع ہوا۔ اس اندرونی انتشار سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے "قومی رہنماؤں" نے قبائلیوں کے لوٹ مار کے افسانوں کو مبالغہ آمیز حاشیوں کے ساتھ سنانا شروع کیا۔[2]

قطع نظر دوسرے قائدین کی گوہر فشانی کے یہاں مشتے نمونہ از خروارے مولانا مسعودی کی ایک تقریر کے اقتباس پر قناعت کی جاتی ہے۔

"اپریل ۱۹۴۸ء میں مولانا مسعودی فوج اور شہری آبادی کے درمیان بحیثیت لیزان آفیسر کے کرناہ، ہندواڑہ کے علاقے میں خدمات انجام دے رہے تھے۔ ان دنوں والہ پورہ (ہندواڑہ کے قریب ایک گاؤں) میں قبائلیوں اور ہندفوج کے درمیان گھمسان کا رن جاری تھا۔ مولانا، بریگیڈیر بخش سنگھ کی معیت میں اسی محاذ کے دورے پر گئے تھے جہاں مولانا کے کندھے پر گولی لگی۔ بریگیڈیر بخش سنگھ نے انہیں انتہائی چابکدستی سے اپنے کندھے پر اٹھایا اور فوری طبی امداد بہم پہنچائی، مولانا کئی مہینوں تک ہسپتال

۱: مختلف عہدیداروں کے علاوہ، حتیٰ سرکاری عہدیداروں نے بھی سرکاری املاک کو لوٹا، حالانکہ مفتی ضیاء الدین نے گلمرگ میں [illegible] کے قالین اور دوسرا سامان لوٹ کر گھر پہنچایا تھا جو بعد میں خانہ تلاشی کے دوران برآمد کیا گیا۔

۲: ۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء یوم شہداء کے موقع پر شیخ صاحب نے مزار شہداء پر تقریر کرتے ہوئے کہا: "قبائلیوں کے لوٹ مار اور قتل و غارت کے جتنے بھی واقعات ہم آج تک کہتے رہے ان کی تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ غیر مصدقہ اور مبالغہ آمیز تھے۔"

جاء الحق وزهق الباطل   ان الباطل كان زهوقا"

علاقوں پر مختلف قومیں قابض ہوتی رہی ہیں۔ برعکس اس کے کشمیر جو زمانۂ قدیم سے اپنے تہذیبی، ثقافتی اور سیاسی عروج و زوال کی بدولت ایک زندہ اور مہذب قوم کا مسکن رہا ہے کے بارے میں ایسی بوندھی اور بے معنی دلیلیں دے کر بیعنامہ امرتسر کو حق بجانب قرار دینے کی کوئی بھی سعی بذات خود غلامانہ اور متعصبانہ ذہن کا شاہکار ہی کہا جا سکتا ہے لیکن مہاراجہ ہری سنگھ اور اُن کے حواریوں کو خوش کرنے کے لئے لالچی نے تاریخی واقعات کو غلط رنگ میں توڑ مروڑ کے بیان داغ ہی دیا۔

۴ جون کو ڈوگرہ فیڈریشن کے نام سے مہاراجہ ہری سنگھ کے ایماء پر جناب پرتھوی چند کالیہ کی صدارت میں ڈوگروں کا ایک جلسہ گوکل چند مارکیٹ اندرون شاہ عالمی گیٹ لاہور میں منعقد ہوا جس میں کوئٹ کشمیر تحریک کی مذمت کرتے ہوئے کہا گیا کہ جلاس میں شامل ڈوگرے کو قریب ڈوگرے اس امر کا عہد کرتے ہیں کہ "وہ مہاراجہ کے پسینے کی جگہ اپنا خون بہانے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔" غالباً ایسے ہی لوگوں کے لئے کہا گیا ہے جنا مرتے دکھوں کو رشتہ پر جنازہ کسی کا نہیں

کوئٹ کشمیر تحریک کی حمایت

شیخ محمد عبداللہ کی تقریر کی حمایت و مخالفت میں بیرونی ریاست سے جو بے شمار بیانات آئے اُن میں پہلا حمایتی بیان علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے جموں و کشمیر سٹوڈنٹس یونین کے صدر سید میر قاسم کا تھا جس میں انہوں نے ریاستی طلباء اور ریاست کی تمام سیاسی جماعتوں سے اپیل کی تھی کہ وہ فرد واحد کی طرح متحد ہو کر کوئٹ کشمیر تحریک کا ساتھ دیں۔ اس بیان کو لاہور میں بخشی غلام محمد اور غلام محمد صادق نے کافی سے زیادہ داد دی اور تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یونین کے صدر نے تمام جماعتوں اور طلباء کو نیشنل کانفرنس کے جھنڈے تلے منظم ہونے کو کہا ہے۔ چودھری غلام عباس خان نے اس پر اعتراض کیا اور کہا انہوں نے ایسا نہیں کہا ہے۔ اسی دوران سید میر قاسم علی گڑھ سے سری نگر واپس آتے ہوئے لاہور میں بخشی غلام محمد اور غلام محمد صادق سے ملے۔ جہاں بخشی صاحب اور ان کے درمیان تلخ کلامی ہوئی۔ یہ پوچھنے پر کہ اب سری نگر پہنچ کر کس جماعت میں کام کریں گے سید میر قاسم نے کہا فی الحال میں تحریک کا ساتھ دوں گا۔ وادی میں وارد ہو کر انہوں نے اپنی سیاسی سرگرمیوں کے لئے ضلع اننت ناگ کو چن لیا۔ اور بالآخر نیشنل کانفرنس کے ہی ہو کر رہ گئے۔

غرض فرقہ کی تشدد پسندانہ کارروائی پر اظہار اطمینان کرتے مہاراجہ ہری سنگھ نے جھوٹ اور مکر و فریب کے حربوں کو تیز تر کیا۔ چنانچہ اُن کے جھوٹے پروپیگنڈے کو برف کی گیند کے مانند زر خرید اخباروں اور ٹڈی قسم کے خود ساختہ سیاسی شرپسندوں کے ذریعہ اس طرح پھیلانا شروع کیا کہ جتنا دور چلا جائے اتنی ہی برف اس پر لپٹتی جائے گی اور وہ بڑھتا جائے گا۔ یہ اور بات ہے کہ وقتی طور پر اُسے اس طرز پروپیگنڈے سے خاصہ فائدہ ہوا۔ مگر کشمیری حریت پرستوں کے سینوں میں دبی ہوئی آزادی کی آنچ نے اس برفانی گیند کو پگھلا کے ہی دم لیا۔

مہاراجہ کا ایک دوست کے نام خط

یکم جون ۱۹۴۶ء کو اپنے ایک جوہری دوست ڈاکٹر روز نقل کو جو خط مہاراجہ نے بھیجا اُسے ہری سنگھ کی ذہنی وارفتگی اور کشمکش کی عکاسی ہوتی ہے۔ خط کا متن ملاحظہ ہو:۔

"فساد کی ابتداء مقامی فتنہ انگیز خطیب عبداللہ نے کی جو

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]

مَن تو شُدم تو مَن شُدی

کشمیری انتظامیہ کے نام پر میر مقبول گیلانی کو اوڑی کا ایڈمنسٹریٹر مقرر کرکے مولانا مسعودی کے ماتحت کام کرنے کی ہدایت دی گئی[۱]۔ ۱۲ نومبر کو وزیرِاعظم پنڈت جواہر لال نہرو، مسز اندرا گاندھی اور رفیع احمد قدوائی نے شیخ محمد عبداللہ کی معیت میں بارہ مولہ کا دورہ کیا۔ واپسی پر پنڈت جواہر لال نہرو نے لال چوک سری نگر میں ایک عوامی اجتماع سے خطاب کرتے اس امر کا اعلان کیا۔ جونہی ریاست جموں و کشمیر میں حالات پُرامن ہوں گے اور حملہ آوروں کا مکمل انخلاء ہوگا۔ ریاست جموں و کشمیر کے لوگوں سے استصوابِ رائے کے ذریعہ الحاق کے بارے میں دریافت کیا جائے گا۔ اس عمل میں اگر ریاست کے باشندوں نے ہند کے خلاف اپنا فیصلہ صادر کیا اُس صورت میں بھی ہندوستان اُن کی خواہش کا احترام کرے گا۔ اس تاریخی جلسے میں پنڈت جواہر لال نہرو کی اس دلیرانہ اور حقیقت افروز تقریر سے متاثر ہوکر شیخ محمد عبداللہ نے پنڈت جی کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر امیر خسرو کا یہ فارسی شعر پڑھا:

مَن تو شُدم تو مَن شُدی مَن تن شُدم تو جاں شُدی
تا کس نگوید بعد ازیں مَن دیگرم تو دیگری

---

[۱] ایڈمنسٹریٹر بننے کے بعد میر مقبول گیلانی نے اپنی راہ میں جن لوگوں کو ہمالیہ کی طرح سدِّراہ پایا انہیں پاکستان کا ہمدرد اور قبائلیوں کا ساتھی کہہ کر گرفتار کرنے میں بخل سے کام نہ لیا ان میں سلطان آف کھٹائی کا دلعبد خان عبدالعزیز خان، راجہ حسین خان عمو قرداف اوڑی، راجہ یوسف خان، منشی عبدالعزیز آف اوڑی۔ صمد بٹ نائبہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان گرفتاریوں اور تشدد کارروائیوں میں ایک ہیڈ کانسٹیبل نے جس کو وہاں ہی اسسٹنٹ سب انسپکٹر کے عہدے
(باقی حاشیہ صفحہ ۲۶۲ پر)

یہ وہ دور تھا جب شیخ صاحب دلی میں سیکولرگاڈ (دیوتا) کی نظر سے دیکھے جاتے تھے چنانچہ ۱۹۴۸ء میں کئی مرتبہ تین مورتی ہاؤس میں مرکزی حکومت کے کارندوں کی بیگمات اور سیاسی دیویوں نے اُن کی آرتی اتاری اور پرشاد تقسیم کیا۔ دلی کے سیاست دانوں کے اس ٹولے کو کشمیر کے باشعور سیاسی حلقے خفیہ مجلسوں میں دبی زبان میں "انکورنیشن آف سیکولرگاڈ" کہا کرتے تھے۔ کشمیری پنڈت زمانہ قدیم سے بڑے موقع شناس واقع ہوئے ہیں حالات کے تیور دیکھ کر اُن کے رہنماؤں نے شیتل ناتھ اور کئی دوسرے مقامات پر شیخ عبداللہ کو اوتار کہہ کر اُن کی تعریف گوئی شروع کی۔ پھر جب ۱۹۵۳ء میں انہیں وزارتِ عظمیٰ سے برطرف کرکے قید کیا گیا انہیں راکشش کہنے سے بھی نہیں چوکے۔ اس قسم کی پینترہ بازی میں شیو ناراین فوطیدار نے ابن الوقتی کے سابقہ تمام ریکارڈ مات کئے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۱ سے آگے) پر ترقی دے کر پہلے گاندربل اور لدین اوڑی بھیجا گیا تھا نے مقبول گیلانی کا بھرپور ساتھ دیا۔ بعد ازاں جب شیخ محمد عبداللہ نے اپنے سیاسی حریفوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے سپیشل سٹاف کی ضرورت محسوس کی تو گیلانی کی سفارش پر اسی اسسٹنٹ سب انسپکٹر کو ترقی دے کر سپیشل سٹاف کا انچارج مقرر کیا۔ اور یہی شخص قادر گاندربلی کے نام سے کشمیر کا ہلاکو خان بن گیا۔ قادر گاندربلی کا ظالمانہ اور تاناشاہی دور کم و بیش خواجہ غلام محمد صادق کے ابتدائی دورِ وزارت تک رہا۔ اس شخص نے بلا کسی امتیاز کے ہر اُس شہری کی تضحیک و تذلیل کی جس کے بارے میں اس کے ذہن میں بھنک اٹھی، حق و انصاف کا تصور اُس کے ہاں مفقود تھا۔ ہر جسے چاہتا پاکستان کے نام پر اپنے ظلم و ستم کا تختۂ مشق بناتا تھا۔ اس کے نرغے میں پھنسے ہوئے ناکردہ گناہ پر ہزاروں لوگوں کو جو اذیتیں دی گئیں ان میں سپیشل سٹاف کے تھیلی پر لٹا کر اُن کے سینوں پر گرم استریاں پھیرنا شامل تھا۔ اس طرزِ ستم کا شانِ نزول یہ بتایا جانے لگا۔ اس طرح سے اُن کے سینوں میں جذبۂ حبِ پاکستان کی شکن اور سلوٹیں سیدھی
(باقی حاشیہ صفحہ ۲۶۳ پر)

"پیاری رعایا" کو اُپدیش دیتے ہوئے یا برہمن رام رام یا مسلمان اللہ اللہ کا راگ الاپتے شیخ محمد عبداللہ نے وصفِ رعیادت کو رحمتِ خداوندی کے مترادف قرار دیا۔

وسط دسمبر تک نیشنل کانفرنس لیڈروں اور ورکروں نے بھی یہ اندازہ لگایا کہ اب قبائلیوں کے لئے کشمیر فتح کرنا ہنوز دلی دور است والا معاملہ بن گیا جس سے اُن کے دِلوں سے پاکستانی قبضہ کا خوف جاتا رہا۔ اس اطمینان کے بعد انہوں نے اپنا دھیان ملکی بہبود کے نام پر اُن عناصر کے انخلاء کی جانب مبذول کیا جو بقول اُن کے بحیثیت پاکستانی ففتھ کالمسٹوں کے طور پر یہاں کام کرتے رہے ہیں۔

انہوں نے اپنی کوتاہ اندیش فہم کی اُفتاد کے تحت وادی کے تقریباً تمام مخالف جماعتوں "ماسوائے کشمیری پنڈت یووک سبھا" کے سرکردہ افراد کی گرفتاری پر اپنی تمام تر بساط کو مرکوز و مجتمع کیا۔ ان گرفتاریوں کو موثر بنانے کے لئے خواجہ غلام محمد صادق کی بیٹھک واقع لال چوک امیرا کدل میں "گرفتار کمیٹی" نام کی آرگنائزیشن کا سائن بورڈ چڑھایا گیا۔ جس کا مہتمم اعلیٰ ملک غلام رسول آف کاؤی کدل اور سیکرٹری پیر محمد افضل مخدومی مقرر ہوئے۔ ہر گرفتار شدہ فرد کے لئے ان کی ہاں یا نا حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی تھی۔ گرفتار کمیٹی نے ان گنت بے گناہوں کو جیل کی کالی کوٹھریوں میں ناکردہ گناہوں کی سزا بھگتنے پر مجبور کیا۔[1]

نیشنل کانفرنس ورکروں نے ہائی کمانڈ کے اشارے پر وادی کے تقریباً اُن تمام گھرانوں اور کنبوں پر چھاپے مارے اور تلاشیاں شروع کیں جنہیں وہ ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس طرح پہلے سے دہشت زدہ شہری زندگی میں خوف و

۱؎: اس قسم کی گرفتاریوں کو عملی شکل دینے میں مندرجہ ذیل کارکنوں نے نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ بخشی عبدالرشید، پیر محمد مقبول مخدومی، محمد یوسف پرزگر، بخشی علی محمد

ہراس پھیلا کر ہل چل مچا دی۔ ان گرفتار ہونے والوں میں مولوی محمد امین (جنہیں دوبارہ گرفتار کرلیا گیا) غلام نبی گلکار، غلام نبی رینٹھو، محمد امین کلار، کسان کانفرنس کے صدر عبدالسلام تیو اور سینکڑوں دوسرے بارسوخ افراد شامل تھے۔ ان کے خلاف بلوہ، آتشزنی، تخریب کاری، حتیٰ کہ ڈکیتی تک کے فرضی الزامات لگائے گئے اور انہیں ہراساں کرنے کا آسان طریقہ ڈھونڈ نکالا گیا۔

مولوی نورالدین، عبدالغنی رینٹھو، عبدالغفار گجری، عبدالعزیز مسگر، غلام محمد زرگر، غلام احمد آہنگر، مصطفیٰ علی کے خلاف فرضی بم کیس کا مقدمہ دائر کیا گیا۔ انہیں نظر بند رکھ کر سخت اذیتیں دی گئیں جب اس سے بھی جی نہ بھرا تو ان میں سے اکثروں کو جبراً پاکستان دھکیل دیا گیا۔

پکی عمر کے کشمیری

آخر شب کے ہم سفر فیض نہ جانے کیا ہوئے
رہ گئی کس جگہ صبا، صبح کدھر نکل گئی

آئے دن دوران شہر بھر میں حکومت کی جانب سے منادی کرائی گئی کہ جو لوگ پاکستان جانا چاہتے ہیں وہ شیرگڑھی یا باغ پولیس لائنز میں حاضر ہو جائیں ایسے لوگوں کے لئے حکومت نے مناسب انتظام کر رکھا ہے۔ ان دنوں صوبہ جموں سے کٹے ہوئے مسلمان پناہ گزین کے علاوہ کوٹلی، کٹھیرا، راجوری، اوڑی، مظفرآباد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۵ سے آگے) [illegible] عبدالعزیز [illegible] غلام حسین [illegible] عبدالرحمان بگجری [illegible] عبدالغفار [illegible] پنڈت [illegible] بارہمولہ [illegible] انجام دیئے۔

[illegible]

[illegible] نہیں [illegible]

[illegible] نہیں بتایا جاتا کہ کس [illegible] کے [illegible] کا فرق ہے :

[illegible] نے اپنے خط میں نہیں بتایا۔

[illegible] آپ سے شکایت کی تھی کہ [illegible] اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا گیا ہے۔ [illegible]

کمشنر نے خود اُس کے مکان پر جا کر آواز دی اور جونہی وہ برآمدے میں آیا اُسے گولی مار کر ہلاک[1] کیا۔ عریاں سفاکی کی یہ خونریز داستان آناً فاناً سارے جموں میں پھیلی جس سے قہر آلود ماحول میں یکایک چھریوں کے کھنکنے کی جھنکار اور گولیوں کی کان پھاڑ آواز خونی بہار گانے لگی۔ اس خون آشام ماحول کو مزید آنچ دینے کے لیے "مہارانی صاحبہ" ایک کھلی کار میں جموں شہر کے سڑکوں پر چیختی چلاتی جلوہ گر ہوئی۔ "ڈوگرو! تمہاری غیرت کب تک سوئی رہے گی۔ مسلمان غلاموں نے تمہارے راج پر قبضہ کر لیا ہے۔" یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب مہاراجہ سری نگر سے فرار ہوا۔ مہارانی نے کھلی کار میں سوار ہو کر جموں میں لوگوں کے جذبات اُبھارتے کہا: "مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لئے ہر ہندو آمادہ ہے۔" رد عمل کے طور پر ایک سب انسپکٹر پولیس نے ریوالور نکال کر موقع پر ہی دو مسلمان گوجروں کو نشانہ بنایا۔ غرض جہاں جہاں سے مہارانی زہر فشانی کرتی گذری فسادات کی تباہ کاریوں اور خونریزی میں اضافہ ہوتا گیا۔ دراصل مہارانی کی لوڈ بھری پُرسوز آواز نے جادو کا کام کیا۔ جموں کے دور دراز علاقوں میں جہاں بھی مسلمان رہتے تھے فرقہ پرستوں کے تشدد کا شکار بنے اور جو جان بچا کر پہاڑوں اور دشوار گذار راہوں کو طے کر کے جموں پہنچنے میں کامیاب ہوئے انھیں جموں کے حدود میں گاجر مولی کی طرح کاٹ کر ٹھکانے لگایا گیا۔

یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس واقعہ سے پیشتر ہی مہاراجہ پٹیالہ نے مہاراجہ ہری سنگھ کو جموں میں اپنے قیام کے دوران مشورہ دیا تھا کہ پنجاب سے آئے

---

[1] ایسا ہی ایک واقعہ سری نگر میں بھی ہوا [illegible] پولیس انسپکٹر [illegible] کے گھر جا کر اسے باہر نکالا اور برملا اس پر گولی چلائی۔

ہوئے غیر مسلم پناہ گزینوں کو مسلح کرو، تاکہ یہ آڑے وقت میں کام آسکیں۔ چنانچہ اس مشورے کے تحت میٹنگ کے اختتام پر رنجیت چند نے سرکاری اسلحہ خانوں کے بند کواڑ کھول دیے اور شرپسند[1] لوگوں میں اسلحہ تقسیم کر کے انہیں مسلح کیا جس سے مسلمانوں کے محلوں اور دیہاتوں پر منظم فائرنگ شروع ہوئی۔ شہر میں کرفیو نافذ کیا گیا۔

مقابلے میں مسلمانوں نے سیالکوٹ سے چودھری حمید اللہ کی بھیجی ہوئی چھ عدد دو بندوقیں بھی تہہ خانوں سے باہر نکالیں جنہیں چودھری حمید اللہ نے اونٹوں پر لدی ہوئی مکئی کے کانڈوں میں چھپا کر چند دن پیشتر بھیجا تھا۔ حاجی فتح[2] [illegible] ہتھیاروں سے مورچے سنبھال کر مسلمانوں نے ترکی بہ ترکی جواب دینا شروع کیا۔ مگر انہیں اپنے محصور ہونے کا احساس بُری طرح ستانے لگا۔ یہ مورچہ بندی تین دن تک قائم رہی۔

حکومت تحفظ دینے سے قاصر

چوتھے دن حکومت نے "[illegible]" سے کرنل [illegible] خان اور شیخ محمد اشرف کو طلب کیا، گاڑی میں بٹھا کر ان کے ذریعے لاؤڈ سپیکر پر منادی کروائی۔ حکومت

---

[1] اس دوران جموں سول ایڈمنسٹریشن پر آر ایس ایس نے قبضہ کیا اور اس کے لیڈر احکامات جاری کرنے لگے۔ رنجیت چند کے ایما پر تقریباً [illegible] دس ہزار رائفلیں جموں میں اور تین ہزار رائفلیں کشمیر میں راجپوت ہندوؤں میں تقسیم کی گئیں۔

[2] جنرل [illegible] خان جموں کا رہنے والا تھا اور اس کا سگا بھائی رحمت اللہ خان [illegible] اور جموں دونوں جگہوں پر رہتا تھا ۱۹۴۷ء میں [illegible] جنرل [illegible] خان کے [illegible] چند ہتھیار [illegible] رحمت اللہ خان کے [illegible] بریگیڈیئر [illegible] آزاد کشمیر [illegible]

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۴ پر)

۱۔ پاکستانی سرزمین کے استعمال سے گریز۔
۲۔ تمام فوجی اور دوسری سپلائی کی بندش۔
۳۔ تمام فوجی امداد جو زیادہ ... کے لئے انہیں کشیدگی قائم رکھنے میں مددگار ثابت ہو۔

[illegible]

اس خط میں حکومتِ پاکستان نے ہندوستان کے خلاف اُن الزامات کو بھی دہرایا۔ جنہیں بعد ازاں حکومتِ پاکستان نے اقوامِ متحدہ میں اپنے کیس کی بنیاد قرار دیا۔

حکومتِ ہند کا میمورنڈم

لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے مشورے کے مطابق حکومتِ ہند کی جانب سے اقوامِ متحدہ میں ہند کے مستقل نمائندے مسٹر پی۔ پی۔ پلے نے مسئلہ کشمیر کے بارے میں جو یادداشت ... [illegible] ... کو اقوامِ متحدہ میں سلامتی کونسل کے صدر کو اقوامِ متحدہ کے منشور ۳۵ کے چارٹر کے تحت پیش کی۔ وہ منشور درج ذیل ہے:

۱۔ متحدہ اقوام کے منشور کی دفعہ ۳۵ کے تحت کوئی ممبر سلامتی کونسل کو کسی صورتِ حال کی طرف توجہ دلا سکتا ہے جس کا باقی رہنا امن و امان اور تحفظ کے لئے خطرہ کا باعث ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حملہ آوروں کو جو پاکستانی فوج نیز پاکستان ... [illegible] ... ایک ایسی ریاست کے خلاف جو ... [illegible] ... پاکستان ... [illegible] ... پاکستان اور ہندوستان کے درمیان اس وقت ایسی ہی صورتِ حال پیدا کر دی ہے ... [illegible] ... حملہ آوروں کی سرگرمیاں ... [illegible] ... حکومتِ ہند کو ... [illegible] ... پاکستان ... [illegible] ... یادداشت ... [illegible] ... پاکستان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ

لے۔ اس وقت سلامتی کونسل ... [illegible] ... چین، فرانس، برطانیہ، امریکہ، ... شام، کینیڈا، ارجنٹینا، بیلجیم اور کولمبیا۔

ایک بڑی حد تک اسمبلی کے [illegible] عوامی وزراء کو اپنا ووٹ عوام کے
حق میں [illegible] حکومت کے حق میں دینے پر مجبور کیا جاتا ہے اور اسی وجہ
پر مشن کا [illegible] کشمیری وزارت کی رکنیت سے مستعفی
ہونا پڑا تھا۔

اس حقیقت میں شک و شبہ کرنا کہ اب ضرورت باقی نہ رہی کہ
[illegible] دوسری [illegible] سکتے [illegible] ریاستی عوام کی شوری [illegible]
بیداری کے سامنے [illegible] ایک [illegible] شاعرانہ خیال
[illegible] ایک [illegible] ڈھنگ میں تبدیلی
کرنے کے [illegible] حیثیت دے کر ریاست کی ایک
[illegible] سیاسی جماعت کو اس نظام کے تحفظ کے لئے استعمال کیا جائے۔ اگر تھوڑے
[illegible] کو اندازہ ہو کہ ان کا [illegible] بغیر وزارت
[illegible] کے ایک [illegible] حیثیت نہیں رکھتا چاہے وہ کتنی ہی
[illegible] ہو کوئی [illegible] عوامی خدمت انجام دے سکتا ہے۔
اور نہ ہی کوئی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس ہم میں مرزا محمد افضل بیگ
کی ہم وزارت [illegible] حاصل ہے جنہوں نے اپنی جماعت کے [illegible] و
[illegible] اور جماعت کی ہدایت پر وزارت کی کرسی پر لات مار کر اپنی
[illegible] عقیدت کا اظہار کیا۔ بیگ صاحب کے اس ایثار و وفاداری
کی اپنوں اور بیگانوں نے خوب داد دی۔

کیبنٹ مشن

ریاست جموں و کشمیر میں مطلق العنان حکمران اور آزادی پسند رعایا کے درمیان

حقوق و پامالی کی کشمکش جاری تھی کہ برطانوی لیبر وزارت نے کیبنٹ مشن کو ہندوستان
بھیجا جس کا سرسری تذکرہ بے جا از معلومات نہ ہوگا۔

برطانوی ہند میں رقبہ کے لحاظ سے ریاست جموں و کشمیر سب سے بڑی ریاست
ہے جہاں مطلق العنان حکومت زمانے کی رفتار سے بے نیاز ہو کر اپنے گرتے ہوئے
وجود کو برقرار رکھنے کے لئے ریاستی عوام کو قدم قدم پر ٹھوکریں مار رہی ہے۔ وہاں
تاج برطانیہ جس نے دوسری عالمگیر جنگ جیت لی تھی۔ لیکن اس فتح کو حاصل کرنے
میں اس کی حالت کسی شکست خوردہ ملک سے کچھ بہتر نہ تھی۔ یہ محسوس کرنے لگی کہ
ہندوستانی قوم کو اور زیادہ دیر تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھنے کا مطلب یہ
ہے کہ ایک ایسی جنگ کو دعوت دی جو دوسری جنگ عظیم سے بھی مہیب ثابت
ہوگی اور یہ جنگ اکیلے تاج برطانیہ کو لڑنی ہوگی جس کا انجام شکست و نامرادی
کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ دانشمندی اور عقل سلیم کا تقاضہ ہے کہ ہندوستانی
قوم سے جو وعدے دوران جنگ کئے گئے ہیں انہیں عملی شکل دینے میں پہل کی جائے
ان دنوں برطانیہ میں مسٹر ایٹلی کی سرکردگی میں لیبر پارٹی برسر اقتدار آئی تھی۔ اس
نے ہندوستان سے کئے ہوئے وعدہ آزادی کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپریل ۱۹۴۶ء
میں برطانوی سیکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا لارڈ پیتھک لارنس کی قیادت میں
ایک وفد قائدین ہند سے آزادی اور مسودہ آئین پر مذاکرات طے کرنے کے لئے
ہند بھیجا۔ اس وفد میں سر اسٹیفورڈ کرپس برطانوی وزیر خارجہ اور مسٹر اے
وی الیگزینڈر جیسے مدبر شامل تھے۔ وفد کے ممبروں نے ہندوستان کے تمام
برگزیدہ قائدین سے دہلی اور شملہ میں تبادلہ خیالات کئے اور طویل بحث و تمحیص
کے بعد اپنی رپورٹ مرتب کی جس کے نتیجہ میں ۳ جون ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کی
آزادی کے مسودہ کا اعلان ہوا اور ۴ جون ۱۹۴۷ء کو وائسرائے نے ایک

خبر نے نیشنل کانفرنسیوں کے ہوش اُڑا دیئے۔ کیف و مستی کا سماں جاتا رہا وہ خمار ہرن ہوا جس کے بَل بوتے پر یہ پَر تولنے لگے تھے۔ نیشنل کانفرنسی حلقوں میں اضطراب انگیز ہیجان پیدا ہوا اور انہوں نے اندر ہی اندر رام چندر کاک کی حکومت سے بدلہ لینے کی ٹھان لی۔ سری نگر میں میاں احمد یار خان کی غداری اور ڈسپلن شکنی کا عوامی حلقوں میں شدید مذمت کی گئی۔ انہوں نے سرینگر شہر کے گُنڈوں کو جمع کیا۔ اُن کے گلے میں میاں احمد یار خان، نام کے پٹے حمایل کر کے ان کا جلوس نکالا گیا۔ اور شیخ محمد عبداللہ کی بلند قد و قامت والی شخصیت سے لے کر ادنیٰ نیشنل کانفرنسی تک ہر ایک نے میاں احمد یار خان کو میاں احمق یار خان کے نام سے [illegible] پانچ سال کے لئے پارٹی سے خارج کیا گیا۔ حالانکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ میاں صاحب پہلے ہی پارٹی چھوڑ چکے تھے۔

منصب پرستانہ غداری

میاں احمد یار خان کی اس حرکت پر اخبار "زمیندار" لاہور نے "منصب پرستانہ غداری" کے عنوان سے ایک مقالہ سپرد قلم کیا جس میں مرزا محمد افضل بیگ کے ایثار اور خودداری کی داد دیتے ہوئے میاں احمد یار خان کو [illegible] ہے۔ روزنامہ "زمیندار" کا اقتباس حسب ذیل ہے:

"مرزا محمد افضل بیگ نے وزارت کشمیر سے اس لئے مستعفی ہو [illegible] تھا کہ وزیر کو انفرادی آزادی سے محروم [illegible] ہے۔ اس خودداری اور بیدار ضمیری سے [illegible] کی تاریخ میں [illegible] باب کا اضافہ ہو گیا ہے لیکن [illegible] مرزا صاحب نے جو کرسی چھوڑ کر پھینک دی تھی۔ اُسے ان ہی کے ایک جماعتی ساتھی نے چبانا

شروع کر دیا۔ اس ساتھی کا نام میاں احمد یار ہے۔ یہ حضرت، کشمیر اسمبلی کی نیشنل کانفرنس پارٹی کے لیڈر تھے لیکن وزارت کے شوق میں اس درجہ بدحواس ہو گئے کہ جماعتی اصول اور قواعد بھی یاد نہ رہے۔ نیشنل کانفرنس نے انہیں پانچ برس کے لئے رکنیت سے محروم کر دیا ہے لیکن [illegible] ایک ایسے شخص کے لئے کب عبرت ناک ہو سکتی ہے جو وزارت ہی کو حسنات کا ذریعہ سمجھتا ہو۔"

روزنامہ زمیندار لاہور
۱۸ اپریل ۱۹۳۶

مسلم کانفرنس کے قریشی محمد یوسف نے مسلم پارک جامع مسجد میں میاں احمد یار خان کے منسٹر بننے پر وزیر اعظم رام چندر کاک پر پھبتی کستے ہوئے اُسے مبارک باد دی اور کہا کہ میاں جی کو پھنسا کر کاک جی تو آپ نگر سے بھی قابل سیاست دان ثابت ہوئے۔

تو نے جس جلوس سے ڈھالے امارت کے علم
حادثوں کا ہاتھ اس جلوس کو الٹا گیا!

استعفیٰ کی تشریح

مرزا محمد افضل بیگ کے مستعفی ہونے پر شیخ محمد عبداللہ نے ایک طویل بیان میں کہا۔ گذشتہ اٹھارہ ماہ کے عرصہ میں ہم نے صبر و استقلال کے ساتھ تجربہ حاصل کیا اور اس تجربے کی رفتار کو ہر زاویہ سے پرکھا۔ یہاں تک کہ ہم نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جس کابینہ میں فیصلے کرنے میں غیر ذمہ دار عناصر کو بالادستی حاصل ہو، اس میں ایک عوامی وزیر کا بیٹھنا ناممکن ہے۔ چنانچہ اختلافات کی

---

۱ یعنی سازشی

کے بارے میں جو گفت گو تھی۔ دیسی ریاستوں میں رہنے والے پونے دس کروڑ عوام کے نمائندوں
نے بھی اپنے ماضی و حال کے آئینے میں ہندوستان مستقبل کے لئے باہمی صلح و مشورہ کیا
کیبنٹ مشن کے ارکان اگرچہ اصولی طور پر یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ ریاستوں میں موجودہ نظام
ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتا مگر اس کا اظہار کرنے میں پس و پیش کرتے رہے۔ کانگریس
اور لیگ کے لیڈر بھی یہ تسلیم کرتے ہیں اگر ہندوستان کے تیس کروڑ انسان آزاد ہوں گے
اور دیسی ریاستوں میں موجودہ پوزیشن برقرار رہی۔ اس سے نہ صرف انصاف کا خون
ہوگا بلکہ آزادی بے سود ہوگی۔ فی زمانہ اقوام عالم اس مسئلے کا گہرا مشاہدہ کر رہی ہے
کہ ہندوستان پر انگریز حاکمیت کے خاتمہ پر دیسی ریاستوں کے بارے میں ان کی پالیسی
کیا ہوگی۔ میں اہل ریاست کے سامنے پونے دس کروڑ ریاستی باشندوں کا مسئلہ پیش
کرتا ہوں۔

میری تمنا ہے کہ اگر تمام ہندوستانیوں خصوصاً ریاستی عوام کی رہنمائی کے
میں یقین اور فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ شخص کا فرض ہے کہ موجودہ صحت مند سیاسی کردار
سے دیسی ریاستوں کے باشعور اس عمل کے منتظر ہیں کہ آپ انہیں کیسے اشارہ
بتاتے ہیں اور پبلک کریں۔ اس لحاظ سے آپ پر بڑی ذمہ داری عاید ہوتی
ہے اور پونے دس کروڑ ریاستی حریت پسندوں کی نظریں آپ پر لگی ہوئی ہیں۔

میں انگریزوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ وہ ڈیڑھ سو سال کے بعد ہندوستان
کو آزاد کرنے پر تیار ہوئے۔ ہماری ریاست کشمیر جو راجہ گلاب سنگھ نے انگریزوں سے
شرمناک غداری کر کے پچھتر لاکھ نانک شاہی روپیوں کے عوض امرتسر کے مقام پر
ایک بیعنامہ کے تحت خریدا گیا۔ اس بیعنامہ کو ترتیب دیتے وقت کشمیریوں کی
رضامندی حاصل کی گئی تھی جو ساز و باز اور سازش ہوئی اس میں کشمیر کے چالیس لاکھ
باشندوں کا کوئی دخل ہے۔ اس شرمناک غداری کے خلاف صدائے احتجاج
بلند کرنا میری قسمت میں ہے جو راجہ گلاب سنگھ نے انگریزوں کے ساتھ کی اور جس کے
پاداش میں ہمیں غلامی کی زنجیریں پہنائی گئیں جب تک ہندوستان کا ایک ایک
بچہ زندہ ہے وہ راجہ گلاب سنگھ کی اس عیاری اور شرمناک غداری کی مذمت
کرتا رہے گا۔

یہ صحیح ہے کہ آج تک کشمیری خواب میں تھے۔ ہماری زبوں حالی پر ترس کھا کر
کئی دانشوروں اور مفکروں نے داد و فریاد کی۔ ۱۹۱۸ء میں جب لیگ آف نیشنز
میں اقوام عالم کے نمائندے جمع ہوئے تو اس موقع پر علامہ اقبالؒ نے فرمایا

باد صبا اگر بہ جنیوا گذر کنی — حرفے ز ما بہ مجلس اقوام باز گو

دہقان و کشت و جوئے و خیابان فروختند

قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند

علامہ اقبالؒ نے یہ پیشین گوئی بھی کی ہے کہ وہ زمانہ دور نہیں جب قبروں سے
مردے کفن پھاڑ کر نکلیں گے۔ یہ ڈوگرہ راج مردہ باد کہیں گے آج ہم بیدار ہو چکے
ہیں۔ ہم راجوں مہاراجوں کی مشین چکی کا مزید شکار نہیں بن سکتے۔ ہم نے غلام
در غلام زندگی سے نجات پانے کے لئے موت کو ترجیح دینے کا تہیہ کیا ہے۔ ہماری
جنگ کھلی کتاب ہے آپ کو چاہیئے اس میں بطور رضا کار بھرتی ہو جائیں اور ساتھ ساتھ
ریلیف کمیٹیاں قائم کریں۔ جن سے ان حریت پرستوں کی مدد کی جائے جو اس جنگ
میں گولیوں وغیرہ کا شکار ہوں۔ ہمارے بچے دو پیسے کی دوائی کے لئے مرتے ہیں اور
جو لوگ ہماری کمائی کتوں اور گھوڑوں پر خرچ کرتے ہیں وہ ظالموں سے بدتر ہیں ان
کے پنجے سے نجات حاصل کرنا ہر حریت پسند انسان کا حق ہے۔

جو ہندو ڈوگرہ راج کی جے پکارتے ہیں میں ان سے کہنا چاہتا ہوں کہ ڈوگرہ
راج کی بنیاد اس شرمناک غداری پر منحصر ہے جو سو سال قبل میاں گلاب سنگھ نے ہندوستان

ہندوستان ٹال مٹول اور تردید کی پالیسی پر عمل پیرا ہو کر حقائق سے چشم پوشی کر رہا ہے۔ وزیراعظم
ہند، شیخ محمد عبداللہ کی پشت پناہی کر رہا ہے جبکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ وہ ایک آلۂ کار
اور ہندو ایجنٹ ہے جو مسلمانوں کے حصے بخرے کر رہا ہے۔

ایک اور کوشش

آج دلی میں پنڈت جواہر لال نہرو نے پارلیمنٹ میں ایک بیان دیا جس میں پچھلے
چار ہفتوں کے دوران تیزی سے بدلتے حالات کا تفصیل سے اعادہ کرتے کشمیر کے لوگوں
سے رائے شماری کے وعدے کو دہرایا۔

یکم دسمبر کو دہلی میں دونوں وزرائے اعظم کے مابین براہ راست گفت و شنید ہوئی
مگر اختلافات میں سرمو فرق نہ آیا۔ ۸ دسمبر کو وزیراعظم ہند پنڈت نہرو، لارڈ ماؤنٹ
بیٹن کے ساتھ جوائنٹ ڈیفنس کونسل کی میٹنگ میں شمولیت کے لئے لاہور پہنچے۔ کیونکہ
اس سے پہلے وزیراعظم پاکستان نے وزیراعظم ہند کو ایک تار کے ذریعے مسئلہ کشمیر پر فیصلہ کن
گفت و شنید کرنے کے لئے تجویز پیش کی تھی۔ اس طرح دونوں وزرائے اعظم نے لاہور میں لارڈ
ماؤنٹ بیٹن کی موجودگی میں تین بجے سے لگاتار نصف شب تک مسئلے کے مختلف پہلوؤں پر
کسی خاطر خواہ نتیجے پر پہنچنے کے لئے سر توڑ کوششیں کیں۔ پنڈت نہرو نے وزیراعظم پاکستان کے
سامنے یہ تجویز رکھی کہ پاکستان اس امر کا اعلان کرے کہ وہ اپنا تمام اثر و رسوخ وادیٔ کشمیر سے
قبائلیوں کو پیچھے ہٹانے میں استعمال کرے گا اور ایسے اقدام کئے جائیں گے جن سے قبائلیوں
کا ریاست میں دوبارہ داخلہ ناممکن بن جائے (قطع نظر اس کے کہ حکومت پاکستان نے انہیں
اپنی سرزمین سے گذرنے دیا ہے اور ان کی سرگرمیوں کا مرکز پاکستان ہی بنا رہا ہے) پنڈت
نہرو نے اپنی تجویز میں یہ بھی کہا کہ ایک پرامن ماحول بنانے کے لئے لازمی ہے کہ غلط اور جذباتی
قسم کے پروپیگنڈے کو روکا جائے۔ حالانکہ پاکستانی اخبارات ہندوستانی افواج کو دشمن

قرار دے رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کشمیر میں رائے شماری کرانے سے قبل لڑائی بند کرنا
اور قبائلیوں کو پیچھے ہٹانا لازمی ہے۔

نوابزادہ لیاقت علی خان نے پنڈت نہرو کی اس تجویز کے جواب میں کہا میرے
لئے یہ بات آسان ہے کہ میں قبائلیوں کو پیچھے ہٹنے کی اپیل کروں۔ البتہ اگر انہوں نے
اس اپیل کو خاطر میں نہ لایا تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ دونوں ڈومینیوں کے درمیان تعلقات
مزید بگڑ جائیں گے اور اس قسم کی اپیل سے پاکستان کی موجودہ حکومت کو شدید مشکلات کا
سامنا کرنا پڑے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ پاکستان کی حکومت اتنی مضبوط نہیں۔ پاکستان کے
اردو اخبارات حکومت کی ہر بات پر بُری طرح نکتہ چینی کر رہے ہیں کہ وہ آزاد کشمیر کو امداد
دینے میں ناکام رہی ہے اور اس تنقید میں اگر پاکستان کی موجودہ حکومت گر گئی تو آپ کو بھی
اندازہ ہو سکتے ہیں۔ یقیناً اس کی جگہ ایک انتہا پسند حکومت لے لیگی۔ لیاقت علی خان نے
وضاحت کیا کہ اگر قبائلیوں کو محض روکا گیا تو یہ لڑائی مول لینے کے مترادف ہو گا۔ بہتر تو
یہ ہے کہ ہندوستان اپنی تمام تر فوجیں کشمیر سے ہٹا لے اور رائے شماری کرانے سے پہلے ایک
غیر جانبدار حکومت قائم کی جائے جو شیخ محمد عبداللہ کی جگہ ریاستی انتظامیہ کو سنبھالے گی۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ ہندوستان کی حکومت
ریاست جموں و کشمیر سے تمام فوجوں کو نہیں نکال سکتی ہے اور بالفرض اگر ایسا کیا بھی جائے
تو ریاست پونچھ اور دوسرے مقامات بالکل قبائلیوں کے رحم و کرم پر رہیں گے جس کے نتیجے
میں افراتفری پھیل جائے گی۔ جہاں تک شیخ محمد عبداللہ کو چھوڑ کر کسی نئے انتظامیہ کا تعلق
ہے یہ ایک ایسی تجویز ہے جس پر اگر آپ بھی ذرا دھیان دیں تو خود بخود ناقابل عمل تصور کریں
گے۔ ریاست جموں و کشمیر کا ایڈمنسٹریشن قائم کرنا ہمارا کام نہیں بلکہ وہاں کے باشندوں
کا کام ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ہم شیخ محمد عبداللہ کی جگہ کسی اور کو ایڈمنسٹریٹر مقرر کریں
پچھلے پندرہ برسوں سے شیخ محمد عبداللہ ذمہ دار نظام حکومت کے لئے جدوجہد کرتا آیا ہے

[illegible] صورت حال پیدا ہو گئی [illegible] کشمیر [illegible] گئے
[illegible] ڈوڈہ اور [illegible]
[illegible] گئے۔ [illegible]
[illegible] پیدا کیا۔ [illegible]
[illegible] مخالفت [illegible] ڈاکٹر [illegible]
[illegible] شیخ عبدالرحمان [illegible]
[illegible] تمام [illegible]
جا سکے گی [illegible]

۱۹۹۳ء میں جموں میں پرجا پریشد کا ایک خصوصی اجلاس اس غرض سے منعقد کیا گیا کہ اس جماعت کو کل ہند جن سنگھ میں مدغم کیا جائے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے [illegible] اس اجلاس میں شرکت کرنے کے [illegible] جن سنگھ [illegible] اور شیخ عبدالرحمان کی مخالفت کے باوجود [illegible] جن سنگھ میں مدغم ہوئی۔

[illegible] کے بعد جن سنگھیوں نے شیخ عبدالرحمان [illegible] ڈوگرہ [illegible] اپنا [illegible] اور قائد تسلیم کیا۔ لیکن انہوں نے زیادہ [illegible] اور شیخ عبدالرحمان نے بھی [illegible] جب [illegible] جن سنگھ [illegible] کی حمایت [illegible]

[illegible] شیخ عبدالرحمان نے مجھے ایک ملاقات کے دوران تفصیلات بتاتے ہوئے کہا:

جن سنگھ کے اندر غیر جمہوری اور غیر مساوی قسم کے رجحانات اور [illegible] کی طرف سے بے جا مداخلت کے علاوہ [illegible] میں فساد

خصوصی [illegible] کا لیڈر [illegible]
پچھلے ڈیڑھ سال سیاسی نظم اور تحریری مشکلات میں [illegible]
ساتھیوں کی حمایت حاصل [illegible] ان کا [illegible]
نے بحران پیدا ہو گیا لیکن [illegible] جن سنگھ کے لیڈروں کی [illegible]
پارٹی کے اندر [illegible] گروپ کا فرقہ وارانہ [illegible] اور
مخالفت نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو کافی [illegible]
جموں و کشمیر ریاست کی سیاست [illegible] فرقہ وارانہ رنگت اختیار کر گئی تھی
جس میں مسلم اکثریت کا [illegible] اور
جن سنگھ کی حمایت [illegible] ان کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے
کانگریس [illegible] کرتی رہی۔ اس لئے ریاست میں ایک نئی جماعت
کی ضرورت محسوس کی گئی۔ جو ریاست [illegible] صحیح [illegible]
رول ادا کر سکے اور فرقہ وارانہ [illegible] آنے والی نسلوں کو محفوظ
رکھ سکے۔"

لے :- شیخ عبدالرحمان پرجا پریشد کے واحد مسلمان ممبر اور لیڈر تھے۔ ان کے بارے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ آپ نومبر ۱۹۹۰ء میں اس جماعت کے ابتدائی ممبر بنے۔ ضلع ڈوڈہ تحصیل بھدرواہ کے [illegible] گاؤں کے شیخ عبدالصمد کے بیٹے ہیں۔ ۱۹۴۷ء کے ہندو مسلم فسادات میں ان کا تمام کنبہ شہید کیا گیا۔ [illegible] بکرمی کو بھدرواہ میں فسادات پھوٹ پڑے اور اس [illegible] گاؤں کے مسلمان جان بچانے کی خاطر جنگلوں میں چھپ گئے۔ لیکن علاقہ کے [illegible] ہندوؤں کے کہنے پر یہ لوگ جنگلوں سے نکل کر گاؤں واپس آئے جہاں انہیں غیر مسلح کیا گیا اور پھر ۱۲ اسوج ۲۰۰۴ بکرمی کو ان کا قتل عام کیا گیا۔ شیخ عبدالرحمان کے کنبے کے تیرہ

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۲۷ پر)

گے اور پھر کچھ تامل اور ہچکچاہٹ کے ساتھ حقائق کا پردہ چاک کرتے ہوئے کہنے لگے دراصل ان دنوں عوام میں [illegible] بحیثیت پریس اتاشی کے منسلک تھا یہ اسی کے دماغ کی اختراع ہے۔

یہ حقیقت شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ قبائلیوں نے کشمیر کی سرحدوں کو عبور کرتے ہی غیر مسلموں کا قتل عام کے ساتھ ساتھ بہت سے مسلمانوں کو بھی اپنے ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا۔ اور جب یہ لوگ واپس چلے گئے تو پاکستان پنجاب میں بھی انہوں نے لوٹ مار کا سلسلہ جاری رکھا جس سے ان کے خلاف عوامی حلقوں میں شدید ردعمل کا اظہار ہوا۔ عوامی حلقوں کی شدید ناراضگی کے پیش نظر حکومت پاکستان نے انہیں واپس اپنے علاقے میں دھکیل دیا۔ پاکستان میں اگر کسی شخص کو قبائلیوں کا بہی خواہ اور ہمدرد کہا جائے تو وہ سردار محمد ابراہیم خان ہیں جو قبائلیوں کی امداد اور لشکر کشی کی آج بھی تعریفیں کرتے ہیں مگر وہ اس کے باوجود پاکستانی پنجاب میں ان کی لوٹ مار اور جبر و تشدد کا اعتراف کرتے ہوئے اسے نظر انداز کرنے کی خواہش رکھتے ہیں جس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ قبائلیوں نے نہ صرف کشمیر کو اپنی درندگی اور بربریت کا ہدف بنایا بلکہ ان لوگوں سے بھی کوئی رعایت نہیں برتی جنہوں نے کشمیر پر لشکر کشی کی انہیں دعوت دی۔ ۱۹۵۰ء میں جب قبائلی علاقے کے با اثر افراد سے راولپنڈی میں اس وحشیانہ طریقہ کار کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب میں کہا — "آپ لوگوں کی مدد کے لئے ایرانی، افغانی اور ترک نہیں آئے تھے۔ اگر ہم میں سے چند لوگ اس جرم کے مرتکب ہوئے تو کیا ہوا جنگ میں ایسا ہوتا ہی ہے — تو آئندہ اب ہم نہیں آئیں گے" حکومت آزاد کشمیر نے ۱۹۴۹ء میں ایک حکم کے ذریعہ قبائلیوں کا آزاد کشمیر میں داخلہ ممنوع قرار دیا۔

(۶)

انیمی ایجنٹس آرڈی ننیس

۱۳ جنوری ۱۹۴۸ء کو شیخ محمد عبداللہ نے سلامتی کونسل میں مسئلہ کشمیر پر بحث کے لئے ہندوستانی وفد کے ایک رکن کی حیثیت میں شامل ہو کر نیویارک روانہ ہونے سے قبل دہلی میں اخبار نویسوں کو بیان دیتے ہوئے کہا ۔ "کشمیری عوام کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس ڈومینین کے ساتھ چاہیں شامل ہو سکتے ہیں اور ان کو اس حق سے کوئی بھی طاقت محروم نہیں کر سکتی۔ ہم ریفرنڈم کے حق میں ہیں۔ کشمیر کے عوام اس وقت پاکستانی حملہ آوروں کا بڑی بہادری اور جرأت سے مقابلہ کر رہے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ہندوستان کے ساتھ الحاق کرنا چاہتے ہیں۔ ہندوستان کے ساتھ الحاق کرنے سے کشمیر کو کافی فائدہ ہوگا کیونکہ اقتصادی اور مالی طاقت کے لحاظ سے ہندوستان، پاکستان کی نسبت کافی مضبوط ہے۔" شیخ صاحب کے ہندوستانی وفد میں شامل ہونے کے اعلان کے ساتھ ہی آزاد کشمیر ریڈیو نے انہیں "تضحیکاً" بیری عبداللہ کے نام سے پکارنا شروع کیا۔ شیخ صاحب کے ساتھ جانکی ناتھ زتشی بحیثیت سیکرٹری گئے۔ اس

قبائلی پوری تیز رفتاری سے بھاگ رہے تھے۔ میں نے فوری طور ایک کار میں چھلانگ لگائی اور پوری تیزی سے راولپنڈی پہنچا۔ رات کے دس بج چکے تھے سیدھا آزاد کشمیر دو میل کے مقام پر قبائلی لیڈروں سے ملا۔ ان میں مُلا آف پیر بابا کی شریف اور بادشاہ گل شامل تھے۔ انہوں نے جنگ بند کرنے کی اپنی پرانی ترکیب استعمال کی اور واپس جا کر لڑنے کے لئے ۴۰ لاکھ روپے کا مطالبہ کیا۔ میں نے انہیں ایک طرف دھکیل کر قبائلیوں سے براہ راست بات کی۔"

جنرل سکندر مرزا کی تحریک زور سے بھی پاکستان کے حق میں کوئی خوشگوار تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ حکومت پاکستان نے حالات کی پیچیدگیوں کا اندازہ کر کے خورشید انور کو برطرف کیا اور پاکستانی افواج کی ایک خاصی تعداد کو بریگیڈیر شیر خان[1] کی کمان میں ریاستی حدود میں داخل کیا۔ جس کا اعتراف پاکستان کے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نے سلامتی کونسل کمیشن برائے ہندو پاک کے سامنے کراچی میں کیا۔ جنرل اکبر خان[2] کو جنرل طارق کے نام سے ریاست میں موجود افواج کا چیف آف سٹاف مقرر کیا۔ جنرل طارق نے منتشر قبائلیوں اور بکھرے ہوئے سابق فوجیوں کو اکٹھا کر کے کئی نئے محاذ کھولے اور بے شمار پریس کانفرنسیں دیں جس سے ان کی شخصیت

---

[1] :۔ بریگیڈیر شیر خان (بعد میں جنرل) صوبہ سرحد کوہاٹ کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۵۲ء میں ہوائی جہاز کے ایک حادثے میں جاں بحق ہوئے۔

[2] :۔ مارچ ۱۹۵۱ء میں جنرل ایوب کے دور حکومت میں اقتدار پر قبضہ کرنے کی سازش میں پکڑے گئے چونکہ بیگم شاہنواز کا داماد ہونے کے ناطے سخت سزا سے بچ گئے۔ تین سال قید ہوئی۔ مسٹر بھٹو نے انہیں برطانیہ میں پاکستان کا سفیر بنا کر بھیجا جہاں [illegible] میں انتقال کر گئے۔

ظاہر ہونے کے دوش بدوش پاکستانی افواج کی ریاست میں موجودگی کا شبہ یقین میں بدل گیا۔ جنوری ۱۹۴۸ء میں انہیں جی۔ ایچ۔ کیو واپس بھیج دیا گیا۔ ان کی جگہ بریگیڈیر حبیب الرحمان کو چیف آف سٹاف بنایا گیا۔ جنرل محمد زمان کیانی[1] جو اس تمام شو کے آرگنائزر و کمانڈر انچیف تھے کو وزیراعظم پاکستان نے ہدایت دی کہ تمام فوجوں کو متحد اور منظم کر کے آگے بڑھانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کریں۔ چنانچہ انہوں نے جموں، میرپور اور پونچھ کی جانب سے آئی۔ این۔ اے کے کمانڈر کرنل جمیل حسین، کرنل اشرف، کرنل راجہ ارشد، کرنل کمال، کرنل عنایت، برہان الدین، کیپٹن خضر محمد، میجر اسلم، کیپٹن یوسف کی کمان میں کئی مختلف علاقوں میں کئی زوردار حملے کرائے اور یہ سلسلہ ۳۱ دسمبر ۱۹۴۸ء تک جاری رہا۔

---

[1] :۔ انڈین نیشنل آرمی میں موہن سنگھ کے بعد کمانڈر انچیف رہے ہیں۔ سبھاش چندر بوس کے سپریم کمانڈر بننے کے بعد آزاد ہند فوج میں ان کی پوزیشن دوسرے درجے پر تھی۔ جاپان کے ہتھیار ڈالنے کے بعد آزاد ہند فوج کے جو افسر پکڑے گئے ان پر دہلی لال قلعہ میں مقدمہ بغاوت کی سماعت ہوئی۔ کانگریس اور مسلم لیگ کے جوش، احتجاج اور شدید دباؤ نے انگریزوں کو انہیں دی گئی سزائیں منسوخ کرنے پر مجبور کیا۔ دیسے پکڑے گئے آزاد ہند فوجی افسروں میں جنرل کیانی سینئر تھے۔ [illegible] کئے گئے مگر ان کی ملازمت بحال نہیں ہوئی۔ اگست ۱۹۴۷ء میں جنرل کیانی پاکستان میں آنے والے مہاجرین کو ریلیف بہم پہنچانے کی مہم چلا رہے تھے اسی دوران جموں سے بھی مہاجرین پاکستان پہنچنے شروع ہوئے۔ جنرل کیانی نے گورنر جنرل پاکستان کے سامنے تجویز رکھی کہ جموں و کشمیر کے مسلمانوں کی جان بچانے کے لئے آئی۔ این۔ اے کے تجربہ کار افسر اور جوان دستیاب ہیں۔ انکی اس تحریک کی بنا پر مسٹر جناح کی ہدایت پر یکم ستمبر ۱۹۴۷ء کو وزیراعظم پاکستان سے ملے۔ ۲ ستمبر کو وزیر خزانہ غلام محمد اور چوہدری محمد علی کی موجودگی میں وزیراعظم پاکستان سے گورنر ہاؤس لاہور میں ملاقات کی اور انہیں اپنا منصوبہ پیش کیا۔

ایک دوسرے کی دوستی کے گرد طاقت بڑھ رہی تھی [illegible] راجہ گلاب سنگھ والئے جموں کو اطلاع
جنگ ہو گئی تو سبراؤں [illegible] نے حکم دیا تھا کہ ان کا [illegible] کی حفاظت کیجئے
انگریزوں سے جیت [illegible] گلاب سنگھ [illegible] ایسٹ انڈیا کمپنی
لارنس سے پہلے ہی [illegible] تھا [illegible] جنرل [illegible] صاحب [illegible]
کے معاملات میں [illegible] صاحب کی خلاف [illegible]
ساتھ ہی کرنل [illegible] کے نام ایک خط میں اپنی وفاداری کا اعادہ بھی کیا۔

جنگ میں خالصہ حکومت کی شکست [illegible]
کی وجہ سے اپنے مقبوضات کا ایک بڑا حصہ کھو بیٹھا اور انگریزوں نے لاہور دربار
کو اس جنگ کا تاوان ادا کرنے پر مجبور کیا۔ [illegible] راجہ گلاب سنگھ [illegible]
[illegible] انگریزوں سے معاملات طے کرتے [illegible] گلاب سنگھ
[illegible] واقف تھی جب [illegible] انگریزوں سے
صلح کی بات چیت کرنے [illegible] انگریزوں [illegible] لاہور کے
[illegible] علاقوں [illegible] گلاب سنگھ [illegible] انگریزوں سے صلح
کے مذاکرات طے کرنے کو کہا [illegible] گلاب سنگھ نے [illegible] کو قبول کرنے کے لئے کرنل
اختیارات کی [illegible] گلاب سنگھ
کو [illegible] اختیارات سے [illegible] ایسٹ انڈیا کمپنی کے کرنل [illegible] سے گفت و شنید اور
معاملات طے کرنے کے لئے بھیجا۔

میجر لارنس نے پہلے ہی راجہ گلاب سنگھ سے [illegible] کر سودا طے کر لیا تھا کہ
تمہیں خود مختار [illegible] تسلیم کیا جائے گا اور علاقہ کشمیر کو ایک معمولی رقم کے عوض تمہاری
مملکت میں شامل کیا جائے گا بشرطیکہ بیاس اور ستلج کے مابین کا سارا علاقہ
کمپنی کے نام کر دیا جائے۔ ۲۰ فروری ۱۸۴۶ء کو صلح نامہ [illegible] تحریر پا کر [illegible] اور

(۲)

کوئٹ کشمیر

ہم وہیں پر ہیں ابھی پہلے جہاں سے تھے سفر
وابستہ انہی ہواؤں کا [illegible] جو تھا

[illegible] تحریک [illegible] جو میں آئی [illegible] جا سکتے ہیں
[illegible] اس تحریک کا [illegible] مختصر [illegible] الفاظ میں بیان کیا جاتا
۱۰ فروری ۱۸۴۶ء کو ایسٹ انڈیا کمپنی اور خالصہ دربار کے درمیان [illegible]
جنگ [illegible] سنگھ کے قتل کے بعد [illegible] لاہور [illegible] حکومت [illegible]
جنرل [illegible] جنگ [illegible] سکھوں کے خلاف تھا اور انگریزی افواج لاہور
کے قریب [illegible] آ پہنچی [illegible] کے زوال کے اسباب میں ایک
باہمی [illegible] سازشوں کا بڑا حصہ [illegible] انگریزی
افواج لاہور کے دروازے پر [illegible] تقریباً تمام [illegible] جرنیل

شیخ صاحب کا اعلیٰ مسلم آفیسران سے بحث و تمحیص

[illegible]

ڈاکٹر رام منوہر لوہیا

[illegible]

ممبرانِ کابینہ

چنانچہ ۵ مارچ کو جموں میں جب انہوں نے اپنی کابینہ کے ممبران کے ناموں کا اعلان کیا تو کرنل پیر محمد خان جو مسلم کانفرنس کے رکن تھے کو بحیثیت شوٹ بارے کے وزیرِ تعلیم کے عہدے پر تعینات کیا۔ شیخ صاحب کی کابینہ کے سینئر ارکان مندرجہ ذیل ہیں۔ وزیرِ اعظم شیخ محمد عبداللہ۔ نایب وزیرِ اعظم و وزیرِ داخلہ بخشی غلام محمد۔ وزیرِ مالیات مرزا محمد افضل بیگ۔ وزیرِ صحت و بحالیات سردار بدھ سنگھ۔ وزیرِ ترقیات خواجہ غلام محمد صادق، وزیرِ خوراک پنڈت شیام لال صراف، وزیرِ خزانہ پنڈت گردھاری لال ڈوگرہ۔ وزیرِ تعلیم کرنل پیر محمد خان۔

نئی کابینہ نے حکومت پر نیشنل کانفرنس کے عمل دخل کو محکم و مستحکم بنانے کے لئے مندرجہ ذیل تقرریاں عمل میں لائیں۔ ڈاکٹر ایس ایس لٹن ڈائریکٹر صحت عامہ پنڈت کشپ بندھو، ڈائریکٹر جنرل دیہات سدھار، میر مقبول گیلانی سپیشل آفیسر اوڑی، محمد امین سپیشل آفیسر بانہال۔ غلام قادر بٹ سپیشل آفیسر لداخ۔ اسی طرح سنٹرل سیکرٹریٹ میں بھی بعض اہم تبدیلیاں عمل میں لائی گئیں۔ وزیرِ اعظم کے ماتحت محکموں اور آفس کے لئے مندرجہ ذیل اصحاب ان عہدوں پر تعینات کئے گئے؛ پرنسپل سیکرٹری، پیرزادہ غلام احمد۔ سیکرٹری شیام لال در۔ قانونی و آئینی سیکرٹری سردار عبدالحلیم درانی، پبلسٹی سیکرٹری جانکی ناتھ زتشی۔ پرنسپل اسسٹنٹ لالہ رام لال ناگیال۔ انڈر سیکرٹری انفارمیشن و براڈکاسٹنگ بلدیو پرشاد شرما[۱]۔ وزارت داخلہ کے سیکرٹری درگا پرشاد در، سپیشل سیکرٹری محی الدین۔ پرنسپل اسسٹنٹ حیا علی

۱: بلدیو پرشاد شرما کے بھائی ہری رام شرما نے ڈوگرہ ہونے کے باوجود کشمیر چھوڑ دو تحریک کے
(باقی حاشیہ ص ۴۱۳ پر)

کاشی ناتھ آئیمہ۔ وزارت مالیات سیکرٹری کوتوال تیج رام۔ انڈر سیکرٹری آغا ناصر علی۔ غلام محی الدین توسنور الدین۔ پرنسپل اسسٹنٹ سید میر قاسم۔ وزارت بحالیات سیکرٹری حکیم علی۔ پرنسپل اسسٹنٹ پیر غیاث الدین۔ انڈر سیکرٹری منشی غلام محمد، محمد اکبر جلالی۔ وزارت خوراک سیکرٹری ترلوچن دت۔ پرنسپل اسسٹنٹ ہربنس سنگھ آنند۔ انڈر سیکرٹری سردار تیجا سنگھ، گلشن شاہ۔ وزارت خزانہ سیکرٹری عبدالعزیز قاضلی۔ وزارت تعلیم سیکرٹری غلام احمد مختار۔ انڈر سیکرٹری حسن شاہ لبدانزال۔ ڈپٹی منسٹروں کے صف میں مندرجہ ذیل اصحاب کو شامل کیا گیا۔ غلام محی الدین ہمدانی (ذرزا) درگا پرشاد در، خواجہ مبارک شاہ۔ کرنل بلدیو سنگھ سمبیال۔ کرنل غلام قادر اور خواجہ علی شاہ۔

جشنِ آزادی

فوج میں ایک عام اصول ہے کہ جب مدافعت کی کوئی راہ باقی نہ رہے تو عام بلہ بول دیا جائے، بعینہٖ جب کسی ذہین سیاست دان کو ملک میں درپیش مسائل کے فوری حل کی راہیں مسدود نظر آتی ہیں تو وہ مختلف شوشوں کو کھڑا کر کے لوگوں کی توجہ اُس طرف مبذول کراتا ہے ان دنوں کشمیر دائمی غربت اور جنگ کی وجہ سے انتہائی اقتصادی بدحالی اور بحران کا شکار تھا۔ عام لوگ باوجود شدید دباؤ کے نئے انتظامیہ

(بقیہ حاشیہ ص ۴۱۲ سے آگے) دوران اس تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے بڑی جرأت مندی سے کام کیا۔ ہری رام شرما جو امیرا کدل میں دوکانداری کرتا تھا نے نہ صرف تحریک کو چلانے میں مالی امداد کی بلکہ شیخ صاحب کے خلاف دائر کئے گئے مقدمہ بغاوت میں پنڈت جیا لال کلم کو بطورِ وکیل کھڑا ہونے پر آمادہ کیا۔ رجعت پسند ڈوگروں کے سب ستم کا ہدف بنے۔ لیکن پہاڑ کے مانند اپنے نظریہ پر قائم رہے۔ ۱۹۴۷ء کے لگ بھگ تارکِ دنیا کی راہ اختیار کی اور ان دنوں فقیرانہ (سادھو) زندگی بسر کر رہے ہیں۔

[illegible]

جاگیریں بحق سرکار ضبط

[illegible]

اور راولپنڈی وغیرہ جگہوں سے آئے ہوئے مسلمانوں کی ایک خاصی تعداد موجود تھی جو
بغرض کاروبار یہاں آئے تھے۔ اور جنگ سے قبل پاکستان کی جانب سے رسل و
رسائل کی ناکہ بندی کی وجہ سے رُک کر پڑے تھے۔ ان لوگوں نے اس مژدۂ جانفزا پر لبیک
کہتے ہوئے پولیس لائن کی راہ لی۔

اس اعلان پر ان سینکڑوں کشمیری جوانوں نے بھی جو نیشنل کانفرنس
والی حکومت کے خدوخال سے بیزار تھے۔ کشمیر چھوڑنے کا ارادہ ظاہر کیا جس سے
اس قافلہ میں تقریباً سات سو غیر ریاستی اور پانچ سو کے قریب ریاستی باشندوں
نے شمولیت اختیار کی۔ حکومت کی ہدایت سے ہر ایک کو پاکستان جانے کا پرمٹ اجراء
کیا گیا۔ نائب وزیر اعظم بخشی غلام محمد اور وزیر اعظم شیخ محمد عبداللہ قافلہ کا انتظام
کرنے بنفس نفیس پولیس لائن میں موجود تھے۔ [illegible] سے چل کر قافلہ رات بھر اوڑی
میں ٹھہرا۔ جہاں تھک کر [illegible] وزارت کے [illegible]
ہونے کے [illegible] تمام لوگوں کی تلاشی لی گئی۔ تلاشی کے دوران جس کسی
کے پاس کوئی [illegible] وہ چھین لی گئی اور کشمیری [illegible] کو دھمکی
دی گئی کہ وہ واپس [illegible] ان میں سے کئی کشمیری پاکستان پہنچنے میں کامیاب
ہوئے [illegible] ریاستی حکومت [illegible] سری نگر [illegible] گڑھ کے
رہنماؤں کے فرائض انجام دیتے رہے۔

سری نگر ولنٹیئرز میں پاکستانی نظریہ کے حامی بہت سے کشمیری لڑکوں کی
ایک خاصی تعداد بھی شامل تھی جو [illegible] سرحد عبور کر کے شباب کی وادی
میں قدم رکھنے [illegible] ان میں سے چند ایک کے والدین نے تو [illegible]
انہیں اس ارادے سے باز رکھنے میں کامیابی حاصل کی [illegible] پاکستان
یا آزاد کشمیر میں مقیم ہیں اب ان کی اکثریت [illegible] جنہیں [illegible]

دے کر اُس وقت کی حکومت اور اُس کی حکمت عملی نے محض اس نفسیاتی خوف کی
بنا پر لاریوں میں لاد کر جلا وطن کیا تاکہ کہیں وہ عوامی راج میں مخل نہ ہوں۔ اس
رنجیدہ عمل نے ریاستی حکومت کے غیر دانشمندانہ شعور کو آئندہ کے مورخوں کے لئے کافی
مواد میسر کر رکھا ہے۔

جب ریاستی حکومت نے یہ سلسلہ بند کیا تو سینکڑوں لوگوں نے اپنی خواہش و
منشا سے سرحد عبور کرکے چوری چھپے آزاد کشمیر جانے کا ایک نہ تھمنے والا سلسلہ شروع
کیا۔ یہ لوگ اکثر کپواڑہ اور پونچھ کے راستے سرحد عبور کیا کرتے تھے۔ ان میں سے کئی واپس
آنے والوں سے جب میں نے دریافت کیا کہ وہ کون سا جذبہ تھا جو تمہیں کشاں کشاں
پاکستان یا آزاد کشمیر کھینچ لے گیا۔ ان میں سے اکثروں نے ایک ہی جواب دیا کہ ہمارا
خیال تھا کہ مہینے دو مہینے بعد ہم پاکستانی فوج کے ساتھ فاتحانہ حیثیت میں دوبارہ
سری نگر میں داخل ہوں گے اور ان لوگوں سے بدلہ لیں گے جنہوں نے ہمارا یہاں
جینا دوبھر کر دیا تھا۔ اس انتقامی طرز فکر کے ساتھ چند ایک کی باتوں سے یہ بھی
اندازہ ہوا وہ سب سمجھتے تھے کہ آزاد کشمیر کی حکومت میں اُن کے لئے نشستیں مخصوص
ہیں صرف ان کے وہاں پہنچنے کی دیر ہے۔ غرض پاکستان جانے والوں کا یہ سلسلہ کم و بیش
۱۹۷۱ء کی جنگ تک جاری رہا اس کے بعد یہ سلسلہ اس لئے رُک گیا کہ سرحد کی دونوں
طرف سے فوجیوں نے بارودی سرنگیں بھاری تعداد میں بچھا دی تھیں۔ یہ بات بھی
یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بخشی غلام محمد کے دور حکومت میں جو لوگ سرحد عبور کرتے گرفتار
کئے جاتے تھے انہیں عبرتناک اذیتیں دی جاتی تھیں۔ جس کی وجہ سے سرحد عبور
کرنے والے واپس آنے کے بجائے کشمیر کے پہاڑوں، دروں اور جنگلوں میں
مرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ اور اس طرح وہ تمام لوگ جو واپس کشمیر آنا چاہتے
تھے۔ خوف و دہشت کی وجہ سے واپس نہ آسکے۔

بلکہ میری خواہش ہے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ مل کر جدوجہد کریں۔ اگر اُن میں ہمت نہیں تو دعا کریں اگر یہ بھی ممکن نہیں تو کنارہ کش رہیں۔ اس طرح ایک نئی تحریک کے لئے ریاست میں شیخ محمد عبداللہ زمین ہموار کریں گے۔

محمود اور لیگ کی اس مجوزہ سعی پر اپنے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے پنڈت پریم ناتھ بزاز نے اخبار ہمدرد میں مسلم کانفرنسی مسلمانوں کو اپنے تیئں مشورہ دیتے ہوئے لکھا۔

"گذشتہ چند دنوں سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کئی مسلم کانفرنسیوں نے شیخ محمد عبداللہ اور اُن کی نیشنل کانفرنس کے سابق مسلم کُش ریکارڈ کو بھول کر محض اس لئے اُن کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا ہے کیونکہ انہوں نے ڈوگرہ ہندو راج کے خلاف آواز بلند کر دی ہے۔ کئی مسلم کانفرنسی یہ بھی سمجھنے لگے تھے کہ شیخ محمد عبداللہ اور اُن کے رفقاء مسلم کانفرنس میں شامل ہونے والے ہیں لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلم کانفرنس کے اندر سنجیدہ اور عاقبت اندیش عنصر کو ترجیح حاصل ہوئی ہے اور مسلم کانفرنسی سمجھ گئے ہیں کہ شیخ عبداللہ نے جو نیا جال بچھایا ہے وہ مسلمانان ریاست کی ترقی یا آزادی کے لئے نہیں بلکہ اپنی پارٹی کے کھوئے ہوئے وقار کو از سر نو قائم کرنے کے لئے ہے اس لئے مسلمانوں کو کسی صورت میں اُن کا ساتھ نہیں دینا چاہیئے۔"

(ہمدرد۔ ۱۰ مئی ۱۹۴۶ء)

گو کہ کوئٹ کشمیر تحریک کو چلانے کے لئے نیشنل کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی کے کسی باضابطہ اجلاس میں فیصلہ نہیں لیا گیا۔ مگر کانفرنس کے ممتاز کارکنوں اور دوسرے رہنماؤں نے شیخ محمد عبداللہ کے وارد سرینگر ہونے سے قبل ہی اپنے تعاون اور بھی گفت و شنید

کے ذریعہ عوام کو متحدہ اور آخری یلغار کے لئے تیار کرنے کا عمل شروع کیا تھا۔ جب سے ریاست میں انقلاب کی موجیں بتدریج اونچی ہونے لگیں۔ ۲۰ مئی کو مرزا محمد افضل بیگ نے سلک فیکٹری ورکرس یونین کے مزدوروں کو خطاب کرتے ہوئے کہا ——

"تمام مشکل مرحلے طے کرکے منزل کی کشائی کے آخری اور آسان مرحلے پر غفلت برتنے کے لئے ہمارے پاس کوئی وجہ نہیں۔ جو حکومت عوام کے لئے کچھ نہ کر سکتی ہو اُسے قائم رہنے کا کوئی حق نہیں ——"

نیشنل کانفرنسی قائدین کی اس شعلہ نوائی سے جاگیردارانہ نظام حکومت غافل نہ تھی لیکن وہ موقع و محل کی نزاکت اور ہندوستان میں تیزی سے بدلتے ہوئے سیاسی حالات کا بغور مشاہدے کے ساتھ ساتھ وادئ کشمیر میں ان کے حرکات و سکنات پر کڑی نظر رکھی ہوئی تھی۔ وہ اس تاک میں لگی تھی کہ کب اور کس رنگ میں وہ کھل کر سامنے آتے ہیں تاکہ قہر و جبر کے ڈنڈے سے انہیں ہمیشہ کے لئے خاموش کیا جائے۔ چنانچہ حکومت کو اس ضمن میں زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑا۔ بلکہ شیخ محمد عبداللہ کے نعرہ کوئٹ کشمیر نے اس کی مشکل آسان کر دی اور حکومت نے اپنی پوری طاقت سے ان کو دبانے کے لئے ان پر بھرپور وار کیا۔

[illegible]

شیخ محمد عبداللہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

منعقد کیا گیا۔ جس میں کرنل نائیڈو نے کشمیریوں کی بہادری کی تعریف کی اور رام باغ کے
سانحہ پر اشاروں ہی اشاروں میں اعتراف کرتے کہا۔ "نومبر کے متعلق جو شکایتیں
ہمیں موصول ہوئی ہیں ان کی تحقیقات ہو رہی ہے" جلسہ گاہ میں شیخ محمد عبداللہ نے
اپنی تقریر میں حسب عادت تاریخی واقعات کے پس منظر میں قبائلیوں کو دھمکیاں
دینے کے سوائے اور کوئی نئی بات نہیں کی۔ لیفٹیننٹ جنرل ایل پی سین نے اس
واقعہ کو سلینڈر واز دی تھریڈ SLENDER WAS THE THREAD
میں یوں قلمبند کیا ہے:۔

۵۔ نومبر ۱۹۴۷ء کی رات کو ایک نہایت افسوسناک واقعہ پیش آیا۔
بڈگام کے علاقے میں گشت لگانے کے بعد نیشنل کانفرنس کے والنٹیروں
کی ایک پارٹی سری نگر واپس آ رہی تھی۔ راستہ میں ایک ایسے مقام سے
گذری جہاں سکھ بٹالین کا پہرہ تھا۔ فوجی جوانوں نے ان کو پکارا۔ مگر
والنٹیروں نے جواب دینے کے بجائے بھاگنا شروع کیا جس پر فوجی جوانوں نے
گولی چلائی دوسری صبح کو دو* والنٹیروں کی لاشیں پائی گئیں۔ رات کے
اندھیرے میں جب فوجی جوان دوست اور دشمن کی پہچان نہ کر سکتے تھے،
گولی چلانا کوئی بڑی غلطی نہ تھی۔ مگر انہوں نے جو غلطی کی وہ یہ تھی کہ دونوں
لاشیں خندقوں میں دبا دیں اور بریگیڈ ہیڈ کوارٹرز کو اس واقعہ
کی اطلاع تک نہ دی۔ دوسری صبح کو یہ خبر شیخ عبداللہ تک پہنچ چکی
تھی انہوں نے مجھے طلب کیا۔ مجھے میجر کاک نے اس حادثے کا سبب بتا دیا
تھا چنانچہ مکمل تفصیلات حاصل کرنے کے بعد شیخ صاحب سے ملنے

---

*۔ جنرل نے بجائے گیارہ کے بجائے صرف دو کا شمار کیا۔

چلا گیا اور بیٹھتے ہی میں نے اظہار افسوس کیا۔ شیخ بہت پریشان
تھا اور کافی سمجھانے بجھانے کے بعد ہی اس نے میرے جواب کو قبول کیا۔"

جنرل سین نے اس واقعہ کو قلمبند کرنے میں غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ بخشی غلام محمد
نے رام باغ کے واقعہ کی خبر سنتے ہی باتمن شہر کی راہ لی تاکہ وہاں حالات کو قابو میں رکھا
جا سکے اور وہ لال چوک کے واقعہ سے حالات کے اعتدال پر آنے تک بالکل بے خبر تھے۔ جنرل
سین کا یہ کہنا بھی مبالغہ آمیزی ہے کہ شیخ صاحب کی کوٹھی کے سامنے سے جلوس گذرا اور
وہ غمزدہ ہوتے۔ جلوس شیخ صاحب کی کوٹھی کے سامنے سے نہیں بلکہ لال چوک تک ہی
محدود رہا اور یہیں منتشر ہوا۔

پریشاں ہے ہر اک شاخ چمن زنجیر گلشن ہے
چمن والو! چمن میں انقلاب ایسے بھی ہوتے ہیں

بارہ مولہ کا انخلاء

نومبر کی آٹھ تاریخ کو میجر جنرل کلونت سنگھ کی سرکردگی میں ہندوستانی
افواج نے بارہ مولہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ خاک و خون میں ڈوبے ہوئے اس خوبصورت
قصبے کی تباہ حال اور عبرت انگیز داستان اس کے ذرے ذرے سے عیاں تھی۔ قبائلیوں
نے مسلم اور غیر مسلموں دونوں کو اپنے قہر و جبر کا نشانہ بنایا اور انہیں اپنے ناعاقبت اندیش
غیر شائستہ رویہ سے پامال کیا۔

بارہ مولہ ہندوستانی فوج کے کنٹرول میں آنے پر یہ حقیقت آشکارا ہوئی کہ
قبائلیوں کے ظلم و ستم اور غارت گری کا سب سے زیادہ نشانہ سکھ بنے جو وہاں
بال والا کا خزانہ کہہ کر چن چن کر قتل کرتے رہے سکھوں کو بے دردی سے تہ تیغ کرنے
جذبہ میں قبائلیوں کی وہ پشتینی عداوت کارفرما تھی جو ۱۸۴۷ء میں ... کو ...



[illegible]

جناب محمد اسماعیل

خواجہ علی شاہ

خواجہ غلام نبی گلکار

جناب محمد جمال آخون

مولانا عبدالسلام ہمدانی

شری ہری رام شرما

حبیب اللہ خان

چودھری محمد علی نے اپنی تصنیف "ایرجنسی آف پاکستان" میں اس ملاقات کا تذکرہ تو کیا ہے۔ لیکن تفصیلات قلمبند نہیں کئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنی رپورٹ میں حکومت پاکستان کو تفصیلات سے آگاہ کیا ہوگا۔

بنیادی کمزوری

یہی وہ مقام ہے جہاں کشمیر کا سیدھا سادہ اور آسان مسئلہ بین الاقوامی سیاسی اکھاڑے میں پہنچ کر دنیا کے بڑے سیاسی اور اقتصادی ٹھیکیداروں کیلئے شطرنج کے کھیل کا کام دینے لگا۔ انہوں نے آگے چل کر اس مسئلے کے پس منظر میں اپنے مفادات کی آبیاری کے لئے دونوں ممالک میں اپنی جڑیں مضبوط بنیادوں پر استوار کرلیں۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ ہندو پاک کی حکومتوں نے جو ایک دوسرے کو کشمیر میں جارحیت کا زوردار الزام دیتے ہیں اور دے رہے ہیں۔ جارحانہ اقدام کا مرتکب قرار دلا سکتے تھے۔ بشرطیکہ وہ اقوام متحدہ کے منشور کے ۳۹ دفعہ کے تحت اپنی شکایات درج کرانے سے گریز نہ کرتے اس دفعہ کے تحت سلامتی کونسل کسی بھی جارحانہ اقدام کے خلاف ایکشن لے سکتی ہے دونوں ملکوں نے سلامتی کونسل کی درمیانہ داری تک ہی اپنے تئیں محدود رکھتے ہوئے سلامتی کونسل میں اپنی شکایات اقوام متحدہ کے منشور ۳۵ دفعہ ۶ کے تحت درج کرائیں جس کا عنوان ہے "ملکوں کے درمیان متنازعہ مسائل کا حل" اس دفعہ کے تحت اقوام متحدہ کا کوئی بھی ممبر یا غیر ممبر ملک شکایت درج کرا سکتا ہے یا کسی بھی قسم کے حالات جن کا تفصیل کے ساتھ اقوام متحدہ کے منشور ۳۴ میں تذکرہ درج ہے۔ سلامتی کونسل یا جنرل اسمبلی کے سامنے لا سکتا ہے۔ آرٹیکل ۳۴ کے مطابق سلامتی کونسل کسی بھی متنازعہ مسئلے کے بارے میں تحقیق کر سکتا ہے۔ یا کسی بھی ایسی صورت حالات کا جائزہ لے سکتی ہے جو بین الاقوامی کشیدگی کی صورت اختیار

کر سکتی ہو یا کسی جھگڑے کا موقع فراہم کرنے کا موجب ہو سکتا ہو یا ایسے حالات پیدا ہو گئے جن سے بین الاقوامی امن و تحفظ کو خطرہ لاحق ہو۔ اقوام متحدہ کے منشور کے متذکرہ دفعہ کے تحت سلامتی کونسل ایسے معاملات میں درمیانہ داری کے فرائض انجام دے سکتی ہے مگر اس کے تحت کوئی ایسا فیصلہ کسی پارٹی پر ٹھونس نہیں سکتی جو اس سے اختلاف رائے رکھتا ہو اور نہ کوئی ایکشن اپنے فیصلوں کی خلاف ورزی کی صورت میں کسی پارٹی کے خلاف لے سکتی ہے۔

پاکستانی وفد سلامتی کونسل میں

۱۵ جنوری کو پاکستان کے وزیر امور خارجہ سر ظفر اللہ خان پاکستان کی طرف سے سلامتی کونسل میں اپنے ملک کی نمائندگی کرنے کے لئے ایک وفد کے ساتھ نیویارک پہنچے۔ وفد میں سر ظفر اللہ خان، چودھری محمد علی سیکرٹری جنرل مملکت پاکستان، سردار محمد ابراہیم خان صدر آزاد کشمیر اور ان کے سیکرٹری کی حیثیت سے ڈاکٹر محمد دین تاثیر شامل تھے۔ وفد نے اقوام متحدہ کے منشور ۳۵ کے تحت دفعہ ۹ کے تحت پاکستان کی جانب سے سلامتی کونسل کے سامنے تین دستاویزوں کی صورت میں اپنا کیس اس استدعا کے ساتھ پیش کیا۔ کہ اس پر فوری طور غور کیا جائے۔ سلامتی کونسل نے ان شکایات کو دستاویز اے کی صورت میں پہلا دستاویز جس میں ہندوستان کی شکایات کی تردید کی گئی تھی۔ دوسرا پاکستان کے جوابی الزامات پر مشتمل تھا۔ تیسرا جو کافی طویل تھا اس میں پاکستان کے نقطہ نظر کی وضاحت کی گئی تھی۔

دستاویز نمبر ۱

جس میں کہا گیا۔ پاکستان جنگ کو بڑھاوا دینے کے لئے قبائلیوں کی نقل و حرکت

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کی جو مسلح خود اختیاری نہیں کرتا ہے نہ پاکستانی سرزمین قبائلیوں کو مستقروں کے طور پر استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ یہ بھی غلط ہے کہ پاکستان کی حکومت اسلحہ، عسکری ساز و سامان، ٹرانسپورٹ قبائلیوں کو بہم پہنچا رہی ہے یا انہیں دیتا ہے۔ اور نہ پاکستان کے فوجی افسروں کی تربیت، ہدایت یا کمک اور مدد دیتے ہیں۔

دستاویز نمبر ۲

اس دستاویز کو حکومت پاکستان نے "پاکستان کی شکایات ہند کے خلاف" کے عنوان سے پیش کیا جو حسب ذیل ہے:

۱۔ ہندوستان نے کبھی بھی صدق دل سے تقسیم ہند قبول نہیں کیا اور جون ۱۹۴۷ء سے ہی اس تقسیم کو ملیامیٹ کرنے کی کوشش جاری رکھی۔

۲۔ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہندوستان نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا، جو اس وقت بھی کئی علاقوں میں جو اب ہندوستان کے حصے بن گئے ہیں مسلمانوں کے خلاف جاری ہے، خاص کر ایسٹ پنجاب، دہلی، اجمیر، الور، بھرت پور، فرید کوٹ، جیند، نابھہ، پٹیالہ، بھرت پور، الور اور گوالیار وغیرہ کی ریاستیں، جنہوں نے ہند کے ساتھ الحاق کیا ہے۔ یہ قتل و غارت غیر مسلم حکمرانوں، پولیس، عام لوگوں، افسروں اور ریاستی اور فوجی دستوں نے کیا۔ اس علاقے کے مسلمانوں کو صرف مشرقی پنجاب ہی سے خطرہ نہیں بلکہ ہندوستان اور پاکستان کی دوسری سنگین مسائل پر کسی بھی وقت اٹھ سکتے ہیں۔

۳۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی آزادی، ثقافت، مذہب، بہبود و ترقی اور زبان خطرے میں ہے۔

۴۔ جوناگڑھ، مناودر اور کاٹھیاواڑ کی دیگر ریاستوں نے، جنہوں نے قانونی طور پر پاکستان کے ساتھ الحاق کیا تھا اور پاکستان کا حصہ بن گئے تھے، ہندوستان نے زبردستی غیر قانونی طریقے سے اپنے ساتھ ملایا اور وہاں کے رہنے والے مسلمانوں کی زندگی اور اُن کے جائیداد کو فوجی افسروں اور ہندوستان کے غیر مسلم باشندوں نے کافی نقصان پہنچایا۔[1]

۵۔ ہندوستان نے ریاست جموں و کشمیر کا الحاق تشدد اور دھوکے سے کیا اور وہاں کے مسلمانوں کا قتل و غارت اور انتشار کیا۔ وہاں کے مہاراجہ، ہندوستانی حکومت اور ریاست کے غیر مسلم باشندوں نے اس میں ہاتھ رنگے۔

۶۔ پاکستانی علاقوں کے خلاف رائل انڈین ایئر فورس اور دیگر فوجیوں نے ہندوستانی علاقے اور جموں و کشمیر کی ریاست سے حملے کئے۔

۷۔ ہند نے اُس معاہدے پر عمل درآمد نہیں کیا جس کی رو سے پاکستان کو نقدی اور فوجی سٹور کا حصہ ملنا مطلوب تھا۔

۸۔ ریزرو بنک آف انڈیا پر حکومت ہند نے بالواسطہ یا بلاواسطہ دباؤ ڈالا ہے۔

---

[1] نواب جوناگڑھ نے پاکستان کے ساتھ الحاق کیا تھا لیکن جوناگڑھ کے لوگوں نے نواب کا حکم ماننے سے انکار کیا اور تشدد پر اتر آئے۔ نواب صاحب خوفزدہ ہو کر پاکستان فرار ہوئے۔ اس طرح جوناگڑھ ہندوستان میں شامل ہوا۔ جنرل اسکندر مرزا اپنی سوانح حیات میں جو قسط وار روزنامہ "جنگ" میں شائع ہوتی رہی، جوناگڑھ کے حوالے سے سردار ولبھ بھائی پٹیل کے اُس پیغام کا تذکرہ کیا ہے جس میں انہوں نے پاکستان کی حیدرآباد سے دستبرداری پر پاکستان کو کشمیر حوالہ کرنے کی پیشکش کی تھی۔ لیکن پاکستان نے اسے منظور نہیں کیا۔ چنانچہ سکندر مرزا اس واقعہ پر یوں تبصرہ کرتے ہیں: "جوناگڑھ میں پاکستان کی ناکامی کے بعد سردار پٹیل کا، جو اس وقت ہندوستانی حکومت میں مرد آہن کا درجہ رکھتے تھے اور ریاستوں کے ادغام کے انچارج تھے، ایک پیغام کراچی آیا۔ پٹیل نے اپنے پیغام میں کہا تھا کہ اگر ہم حیدرآباد سے دستبردار ہو جائیں تو ہم کشمیر دے سکتے ہیں لیکن حکومت نے اسے قبول نہ کیا۔ حالانکہ یہ ایک بڑی منصفانہ پیشکش تھی۔"

دو محاذوں کے لئے تیار کیا جائے۔ فرنٹ سے وابستہ جوانوں کو غلام محمد صادق نے اپنے
اشتراکی سیاسی نظریہ اور رہبری سے بھی نوازنا شروع کیا۔ اس خیال کو تقویت دینے
کے لئے نمائش گراؤنڈ میں ہی نیشنل ملیشیا کا ہیڈ کوارٹر بھی قائم کیا گیا۔ کافی دیر تک
نیشنل کلچرل فرنٹ سے وابستہ جوان سلامتی فوج کے نام پر اندرونی امن و امان برقرار
رکھنے کے لئے کام کرتے رہے اور ان میں چند افراد نیشنل ملیشیا میں شامل ہو کر محاذ
جنگ پر لڑنے چلے گئے۔ اسی گروپ کے پروفیسر محمود ہاشمی [illegible] سمیت
پار چلے گئے۔ یہ آج کل لندن سے ہفت روزہ مشرق شائع کر رہے ہیں۔ شعبہ
مصوری سے وابستہ فن کار اپنی فنی صلاحیتوں کی نمائش [illegible] سینما کی
دیواروں پر سیاسی مصوری کے نمونے آویزاں کر کے کرتے تھے۔

اسی دوران ملک کے [illegible] ایک گروپ
خواجہ احمد عباس کی سرپرستی میں [illegible]
شیلا بھاٹیہ۔ [illegible] اور [illegible]
بھاٹیہ اور اچلا سچدیو اس گروپ سے بہت متاثر ہوئے [illegible] فرنٹ کی باقاعدہ
ممبر شپ حاصل کی اور بڑے [illegible]
ادیبوں اور شعراء میں دینا ناتھ نادم۔ [illegible] اختر محی الدین [illegible]
نازکی۔ غلام حسن بیگ عارف، حبیب [illegible]
[illegible] اور
بنسی نردوش [illegible]
کے علاوہ [illegible]
حبیب اللہ [illegible] طفیل علی [illegible]
حسین شامل ہیں۔

نیشنل کلچرل فرنٹ نے جو پہلا کشمیری ڈراما سیاسی پس منظر لے کر اسٹیج کیا۔
وہ "شہید شیروانی" تھا اس کے گانے غلام احمد مہجور نے لکھے۔ اس کے بعد کئی ڈرامے
ایسے لکھے گئے جن کی بنیاد لوک الفاظ پر رکھی گئی تھی۔ یہ ڈرامے کلچرل فرنٹ کے اداکار
گاؤں گاؤں جا کر اسٹیج کرتے گئے۔ بالکل اسی طرح جیسے ہمارے لوک کلا کار "بانڈ" کھلے
میدانوں میں اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ایک [illegible] (چھپایا ناٹک) بھی اسٹیج کیا گیا۔
جس کا موضوع یہاں کی سیاسی تحریک تھی۔ نیشنل کلچرل فرنٹ کو کچھ دیر کے لئے حکومت
سے مالی امداد بھی ملتی رہی۔ یہ تمام ترقی پسند گروہ جس پر کمیونسٹ لیبل لگی تھی یقیناً ایک
با اثر جماعت تھی۔ اسی وجہ سے کئی سیاسی لیڈر جن میں غلام محی الدین قرہ خصوصی طور۔ اس پر
اجارہ داری حاصل کرنا چاہتے تھے۔ چونکہ یہ پودا غلام محمد صادق کا لگایا ہوا تھا اس لئے یہ
تنظیم ان ہی کے گروہ میں رہی۔ مولانا مسعودی کی نظروں میں یہ تنظیم ہمیشہ کھٹکتی رہی۔
اوائل [illegible] نیشنل کلچرل فرنٹ نے ایک ڈرامہ "بٹہ پیر پورہ" جس کو
[illegible] بنا جاتا تھا۔ وہاں کے ذیلدار عبداللہ پودھا تھے۔ اس ڈرامے کو دیکھ کر
کاشتکاروں نے ذیلدار کے جمع شدہ دھان کے گوداموں پر یلغار کی۔ جس پر ذیلدار نے
وزیر اعظم شیخ محمد عبداللہ سے شکایت کی اور کہا کہ یہ کمیونسٹ نظریہ ہے۔ شیخ صاحب
نے ناراض ہو کر ان کے دفتر کو بند کرنے کا حکم دیا اور مالی امداد بھی بند کی۔

اس واقعہ کے بعد خواجہ غلام محی الدین قرہ نے فرنٹ کے سرکردہ اراکین کو یہ کہہ کر
اپنے ساتھ اننت ناگ لے لیا تاکہ وہاں چندہ جمع کیا جائے۔ چندہ جمع تو نہیں ہوا
البتہ فرنٹ کے اراکین یہ محسوس کرنے لگے کہ کلچرل سرگرمیوں سے [illegible] سیاست
کروایا جا رہا ہے اور سیاست دان فرنٹ کے کندھے پر بندوق رکھ کر اپنے مقاصد کی
آبیاری چاہتے ہیں۔ انہوں نے واپس آکر سارا واقعہ غلام محمد صادق کو سنایا۔ انہیں
فرنٹ کے حسابات چیک کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ فرنٹ کی تمام جمع شدہ رقم [illegible]

[illegible] ہوا

[illegible] جائے

[illegible]

[illegible] ہو سکتا ہے

وزارتی مشن [illegible]

وزارتی مشن کے ارکان [illegible]

[illegible]

[illegible] ہے

[illegible] نیشنل کانفرنس [illegible]

[illegible] ہے

نیشنل کانفرنس [illegible]

[illegible]

نیشنل کانفرنس [illegible]

[illegible]

جانے کا حق دیا جائے۔ ہم مکمل آزادی کے حامی ہیں اور ہندوستان سے
برطانوی فوجوں کو ہٹانے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر ہندوستان کی سب کی
جماعتیں مل کر [illegible] تصفیہ [illegible] کر سکیں تو ہم بھی ہندوستان سے برطانوی
اقتدار کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ریاستوں کے متعلق نیشنل کانفرنس کا
مطالبہ ہے کہ [illegible] ریاستی باشندوں کے نمائندے [illegible]
کانفرنس ریاستی حکمرانوں کو غیر ضروری سمجھتی ہے جب تک کہ وہ اپنے
آپ کو ذمہ دار نظام حکومت کے تحت آئینی حکمران کی حیثیت قبول نہ
کریں۔ ریاست جموں و کشمیر میں دوہری حکومت کا طریقہ ناکام ہو چکا ہے
اور ہم مکمل انتقال اختیارات چاہتے ہیں۔ کشمیر میں موجودہ حالات [illegible]
برداشت ہیں جبکہ شہری آزادی چھین لی گئی ہے۔ حکومت کشمیر [illegible]
تحریری قوانین سے [illegible] قوت [illegible] اور طبعی
ذرائع وغیرہ [illegible] گئے ہیں عوام کو موجودہ [illegible]
[illegible] کوئی اعتماد نہیں ہے [illegible]
ہے۔ آپ حضرات کے سامنے بھی صحیح واقعات کے بالکل برعکس تصویر
پیش کی جاتی ہے۔ نیشنل کانفرنس [illegible] میں سب سے بڑی مخالف پارٹی
ہے۔ [illegible] پارٹی کا ایک ممبر [illegible]
[illegible] شامل ہوا تھا [illegible]
اور [illegible] مستعفی ہونا پڑا۔

نیشنل کانفرنس ریاست میں رہنے والے تمام ہندو، مسلمان اور
سکھوں کی نمائندہ جماعت ہے۔

اس طرح ایک [illegible] نیشنل کانفرنس نے بحیثیت جماعت وزارتی مشن کے سامنے

[illegible] پاکستان [illegible] تھے۔ اس [illegible]

[illegible]

[illegible] ہے۔

[illegible]

اور ہندوستان دونوں کے درمیان ایک باعزت سمجھوتے کے طور پر قابلِ قبول ہو گا۔ جب کبھی یہ مسئلہ کسی معقول طور پر ابھرے گا۔ تو قدرتی طور پر وہ پاکستان کے زیادہ قریب ہو گا کیونکہ ایک تو دونوں ملکوں کے عوام کی اکثریت کا مذہب ایک ہے اور دوسرا اس لئے کہ وادی کے علاقے پاکستان کے زیادہ قریب ہے۔ غالب ہے کہ یہ عمل پاکستان کے مفادات کے خلاف نہ ہو گا۔

[illegible] پاکستان کو قبول نہیں

[illegible] ہے اور [illegible] ہندوستان ایک مضبوط اور طاقتور ملک ہے اور [illegible] کے خلاف [illegible] نہیں کرتا ہے گا۔ [illegible] یہ بات [illegible] کہ آپ کشمیر [illegible] چاہیے [illegible] پاکستان کے خلاف سازشوں [illegible]

[illegible]

[illegible] بات [illegible] ہندوستان [illegible] آپ [illegible] ہندوستان [illegible] وقت آئے گا جب آپ [illegible] کشمیر [illegible] اس وقت ایسا ممکن نہیں [illegible] گا اگر آپ اس [illegible] آپ [illegible]

الزام ہے جیلوں کو یکے بعد دیگرے اس بہانے بارکوں سے جیل احاطے باہر نکال کر ان کے قریبی رشتہ داروں سے ملنے آئے ہیں۔ سنٹرل جیل کے دروازے پر پولیس کی گاڑیاں کھڑی تھیں جن میں چن چن کر انہیں بندوق کی نوک پر سوار کر کے ریاست کے مختلف جیلوں میں بھیجا گیا۔ اس طرح سے سری نگر سنٹرل جیل کی چار دیواری میں ایک منصوبہ بند تحریک پایہ تکمیل تک پہنچنے سے رہ گئی۔ ان بھوک ہڑتال کرنے والے سیاسی قیدیوں میں سے چھبیس افراد کو اودھم پور سے بیس میل دور رام نگر کے ایک پرانے شاہی محل جو کھنڈر میں تبدیل ہو کر سانپوں اور بچھوؤں کا مسکن بنا تھا میں قید کیا گیا۔

پروفیسر جیالال کمری اور محمد سلطان فنڈدار کو کئی دن بعد بادامی باغ کے فوجی ہسپتال میں داخل کر کے انہیں جبراً بھوک ہڑتال توڑنے پر مجبور کیا گیا۔ البتہ مولانا محمد سعید مسعودی اور سردار بدھ سنگھ بدستور سری نگر سنٹرل جیل میں بارہ دن تک بھوک ہڑتال پر جمے رہے جب ان کی حالت غیر ہوئی اور جیل سے باہر بھی ان کے بارے میں تشویش ناک افواہیں پھیلنے لگیں۔ ردعمل کے طور پر ایک بار پھر لوگ اس ظلم کے خلاف تشدد آمیز کارروائیوں کے لئے پر تولنے لگے تو مجبوراً حکومت کو ان کے تندرست ہونے کے اعلان کے ساتھ ساتھ ان دونوں کو علاج معالجہ کے لئے سنٹرل جیل سے بادامی باغ فوجی ہسپتال منتقل کیا گیا۔ جب یہ دونوں مکمل صحت یاب ہوئے انہیں وزیر اعظم رام چندر کاک کے ایما پر اپنے اپنے ضلع

له۔ صوفی محمد اکبر، سید میر قاسم، پنڈت شام لال صراف، غلام محمد گاندربلی، [illegible] حکیم غلام محی الدین، صوفی غلام محی الدین گاندربلی، خواجہ عبدالمجید کار، [illegible] سیف الدین [illegible]، پیر عبدالصمد شاہ، غلام نبی [illegible] سنت سنگھ، غلام محمد شاہ [illegible] کے نام دستیاب نہ ہو سکے۔

جیلوں میں منتقل کیا گیا۔ سردار بدھ سنگھ کو ریاسی اور مولانا محمد سعید مسعودی کے ساتھ علی محمد طارق کو مظفرآباد سب جیل بھیجا گیا۔ اس طرح تبادلے سے چند دن قبل مولانا مسعودی جیل سے رہا ہو کر پیدل سری نگر پہنچے۔

ماتھو کانگریس اور عبداللہ ڈے

کشمیر چھوڑ دو تحریک کے دوران کانگریس کے کئی ایسے رہنما بھی کشمیر آئے جو عملی اور ذہنی طور پر کشمیریوں کی اس تحریک سے ہمدردی رکھتے تھے۔ چنانچہ آل انڈیا کانگریس سوشلسٹ پارٹی نے ۹ نومبر ۱۹۴۶ء کو آل انڈیا سطح پر عبداللہ ڈے منانے کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلے میں ان دنوں سری نگر میں کانگریسی رہنما جے پرکاش نارائن مقیم تھے ان سے وادی کے طلباء نے رابطہ قائم کر کے اس دن کو وادی کشمیر میں منانے کا پروگرام طے کیا تو ۹ نومبر کو طلباء نے دفعہ ۱۴۴ اور دفعہ ۵۰ کے باوجود جگہ جگہ جلسے کئے اور نعرے لگائے۔ رات کو [illegible]۔ جس کے پاداش میں دو سو کے لگ بھگ طلبہ گرفتار کئے گئے جن میں تقریباً ایک سو کو سپیشل مجسٹریٹ سری نگر کی عدالت سے ایک ایک ہفتہ قید اور پچاس پچاس روپے جرمانہ کی سزا ہوئی۔ گرفتار شدگان میں نابالغ بچے بھی تھے جن میں کچھ کو عدالت نے زبانی فہمائش کے بعد رہا کر دیا۔ چند لڑکوں کے وارثوں اور والدین سے کہا گیا کہ وہ اپنے بچوں کی جانب سے نیک چلنی کی ضمانت پیش کریں لیکن ان میں اکثر نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ اس پر مجسٹریٹ نے کہا ـــ ضمانت کی کوئی ضرورت نہیں ہے اپنے بچوں کو لے جائیے۔ مجسٹریٹ نے بارہ طالب علموں کو الگ ایک ایک ماہ قید اور پچاس پچاس روپے جرمانے کی سزا دی۔ سٹوڈنٹ لیڈر غلام محمد نوشہری، ایس پی کالج، عبدالاحد اور رام پنڈت کو پچاس پچاس روپے جرمانے کی سزا دی۔

میں زیر علاج رہے۔ ابھی وہ پوری طرح صحت یاب بھی نہ ہونے پائے تھے کہ بلوچن
میں فوج نے یہ رائے ظاہر کی۔ چونکہ عام لوگ جنگ کی تباہ کاریوں سے خوف زدہ ہو کر
جنگلوں میں چھپ گئے ہیں اور فوج کے لئے شہریوں اور قبائلیوں میں تمیز کرنا دشوار بن
گیا ہے۔ اگر حکومت شہریوں کو واپس بلا لیتی تو بہتر ہوتا۔ اس علاقے میں مولانا مسعودی
اور اُن کے خاندان کا زبردست اثر و رسوخ تھا جو آج بھی قائم ہے اس لئے طے پایا کہ
چاہے کچھ بھی ہو مولانا مسعودی کو یہ زحمت اُٹھانے پر مجبور کیا جائے۔ چنانچہ جب مولانا
مسعودی کندھے پر پٹی باندھے ہوئے "بیماں" پہنچے تو تمام گاؤں خالی پڑا تھا۔ ماسوائے
ایک پن چکی کے جہاں فوجیوں کی نظر بچا کر جنگلوں سے نکل کر گوجر آٹا پسانے آتے تھے
جب مولانا کی پارٹی پن چکی کے قریب پہنچی ایک گوجر جو وہاں کھڑا تھا کی نظر اس پارٹی
پر پڑی تو وہ بے تحاشا بھاگا۔ پارٹی کے کئی افراد نے آواز دی۔ "گھبراؤ نہیں۔ ہم
تمہارے ہی پاس آئے ہیں اور ہمارے ساتھ مولانا بھی ہیں" مگر گوجر چیختے چلاتے بھاگتا
ہی گیا۔ اس چیخ و پکار میں کچھ دوسرے گوجر بھی جنگل سے نکل آئے اور جب انہوں نے
مولانا کا نام سنا تو جواب دیا۔ "بھئی وہ تو دو مہینے پہلے گولی لگنے سے ہلاک ہو گئے ہیں۔"
مگر چند لمحوں میں اُن کا وہم جاتا رہا اب کیا تھا وہ مولانا مسعودی کے گرد جمع ہو گئے انہیں
زندہ و جاوید دیکھ کر مسرور و شادماں ہوئے اور ایک ایک کر کے تمام لوگ جنگل سے نکل
کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹے۔ یہ سارا آپریشن مولانا مسعودی کے صرف چار گھنٹے کی محنت اور
ذاتی توجہ سے ظہور پذیر ہوا۔ مولانا نے ان کی تسلی و تشفی کے لئے ایک مختصر تقریر بھی کی اس
واقعہ کا خوب چرچا ہوا۔ دوسرے دن مولانا سری نگر لوٹ آئے۔ ۲۰ جون ۱۹۴۸ء کو انہوں
نے امیرا کدل سری نگر میں ایک جلوس کے سامنے اس خوشگوار واقعہ کی تفصیلات پیش
کیں۔ اپنے مخصوص انداز میں کچھ یوں ظاہر کیا:
"قبائلیوں نے اپنی مقبوضہ علاقے کے شہریوں کو تباہ میں ایک تحفہ ..."

مقرر کیا۔ جو ہر درخواست کے ساتھ ایک روپیہ نقدی لیتا تھا اور قبائلی
حملے کی دہشت سے بھاگے ہوئے لوگوں کی زمین تین روپے فی کنال کے
حساب سے فروخت کرتا تھا۔ علاقہ وار پورے حملہ آوروں نے تقریباً
دس ہزار بھیڑ بکریاں، تین ہزار گائے بیل اور ایک ہزار سے زائد گھوڑے
خچر لوٹ لئے۔ جس گھر میں قبائلی گھستے تھے اس پر اُن کی مہمان نوازی فرض
بن جاتی تھی جس کے لئے گوشت کی حسب ذیل شرح مقرر تھی۔ ایک سے
تین قبائلیوں تک کے لئے مرغا، چار سے سات تک کے لئے بھیڑ، آٹھ سے
بیس تک کے لئے بیل۔ اتنا ہی نہیں بلکہ قبائلیوں نے اس علاقہ سے
ستائیس ہزار درجن انڈے بھی لوٹ لئے۔

ان حقائق کا اعادہ لازمی نہیں کہ قبائلیوں نے جو لوٹ ریاست
جموں و کشمیر کے دونوں حصوں میں مچائی وہ انتہائی گھناؤنی اور وحشیانہ تھی
حالانکہ آزاد کشمیر کے سابق صدر سردار محمد ابراہیم خان نے بھی اپنی تصنیف "کشمیر ساگا" اور
"متاع زندگی" میں دبی زبان میں اُن کی لوٹ مار اور دہشت گردی کا اعتراف کیا
ہے مگر داستان بندی کے جس طریقہ کار کا مولانا نے انہیں پابند بنایا ہے وہ ان کی ہجو
میں نہیں بلکہ تعریف کے ضمن میں لکھی جائے گی۔ باوجود انہیں لٹیرے سمجھا جانے کے
بچے کے معاملے میں بقول مولانا محمد سعید مسعودی "وہ ایک خاص نظم و ضبط کے مالک
تھے۔ یہاں واضح ہو جانا چاہئے کہ قبائلیوں کی لوٹ مار نہیں بلکہ قابل تعریف کی داستان گوئی ہے۔
اس سلسلے میں جب میں نے ۲۸ جون ۱۹۹۰ء کو مولانا سے منسوب چند گوشوارے کے
بارے میں استفسار کیا۔ اگر کسی نے پیش کی تمام تر تفصیل کو درست بھی تسلیم کیا جائے
تو بھی ۲۷ ہزار درجن انڈے کو چار گھنٹے میں خوب بہتر حالات میں گئے ...
کھانا عقل سلیم کے لئے ناقابل قبول ہے؟ مولانا حیرت زدہ ہو کر چلے میری طرف دیکھنے

[illegible]

پنڈت نہرو کی آخری تقریر

[illegible]

ریاست چنینی نام کی ایک جاگیر ہے جہاں کی غیر ذمہ دار حکومت کے ظالمانہ حرکات سے بیزار ہو کر یہاں کے لوگ بغاوت پر تلے بیٹھے ہیں وہ چند لوگ جو جموں سے سری نگر کی شاہراہ کے ذریعے گذرتے ہیں اس کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں کہ اس خطۂ ارض پر جہاں یہ واقع ہے انسانی حقوق پر کس بے شرمی سے ڈاکہ زنی کی جاتی ہے۔

اپنی رعایا پر جاگیردار کو لا انتہا اختیارات حاصل ہیں۔ چنینی کے باشندوں کی زندگی اور ان کا اثاثہ برسہا برس سے مطلق العنان اختیارات کے ہاتھوں میں کھلونا بنا ہوا ہے۔ تجارت اور پیداوار میں اسکی اجارہ داری ہے وہ غیر قانونی طور سے بے ہودہ بہانے بنا کر زمین پر قبضہ جما لیتا ہے۔ چونکہ پولیس، جیل اور قانون کی تمام مشینری اس کے ہاتھ میں ہے اس لئے اس کی ان حرکتوں کو لگام دینے والا کوئی نہیں ہے۔ ٹیکس جمع کرنے والا۔ اناج پر کنٹرول کرنے والا، فوجداری اور دیوانی کا جج بھی یہی ذاتِ گرامی ہے وہی دکاندار بھی ہے جو کنٹرول شدہ اشیاء فروخت کرتا ہے وہی غریب کنگال کسانوں کو موٹے شرح سود پر قرض دیتا ہے اسی کو سیشن جج اور ڈسٹرکٹ جج کے اختیارات حاصل ہیں اور وہی اپیلیں سنتا ہے حیرت کا مقام تو یہ ہے کہ یہ جاگیردار صاحب خود ان پڑھ ہے اور قانون کے اصولوں سے قطعی ناواقف بھی۔

یادداشت میں بیعنامہ امرتسر کو زیر بحث لاتے ہوئے کیبنٹ مشن سے کہا گیا کہ ہندوستان کی آزادی کے ساتھ ہی کشمیری عوام کے اس مطالبے کو تسلیم کیا جائے کہ یہ بیعنامہ آزادی ہند کے ساتھ ہی منسوخ قرار پائے گا اور کشمیر کی آزاد حیثیت تسلیم کی جائے۔

ہم اس بیعنامہ کے اخلاقی اور سیاسی نقطۂ نظر کے جائز ہونے کے دعوی

کو چیلنج کرتے ہیں اس دستاویز کی رو سے کشمیر کے عوام کو ۱۸۴۶ء سے غلامی کی زنجیروں میں جکڑا گیا ہے آج ہندوستان کے باشندوں کا مستقبل زیر بحث ہے اور برطانوی وزارتی مشن مستقبل کے ہندوستان کا دستور اساسی بنانے میں مصروف ہے۔ راجوں اور نوابوں کے صلح ناموں کے حقوق ہی ریاستوں کے عوام اور ریاستی حکومتوں اور راجوں اور نوابوں کے اختیاراتِ اعلیٰ کے مابین وجہ تنازعہ بنے ہوئے ہیں۔ کشمیر کے معاملے میں تو اس رشتہ کو تاریخی پس منظر میں دیکھنا نہایت اہم ہے۔

ہمارے کہنے کا ماحصل مقصد یہ ہے کہ اس بیعنامہ کی رو سے کشمیر ڈوگرہ خاندان کے ماتحت آیا اس میں وہ اختیارات نہیں ملتے جو ان تمام نہاد صلح ناموں کے حقوق کے نام سے تمام ریاستوں کے والی حاصل کرنے کا دعوی کرتے ہیں۔ بحیثیت کل خود کشمیر کی مثال مخصوص دلائل پر مبنی ہے۔ کشمیر کے عوام وزارتی مشن کی توجہ برطانوی حکومت کے چلے جانے کے بعد اپنے مطالبہ آزادی کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ ۱۸۴۶ء کا بیعنامہ جسے صلح نامہ امرتسر کا غلط نام دے دیا گیا ہے اس الجھن کو بالکل صاف کر دیتا ہے۔

کوئی بیعنامہ کتنا ہی سخت کیوں نہ بنایا جائے لیکن وہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ چالیس لاکھ مرد اور عورتوں کو ایک ایسے مطلق العنان شخص کی غلامی کے سپرد کر دے جس کے ماتحت وہ ایک منٹ کے لئے بھی رہنا گوارہ نہیں کرتے ہوں۔ ہم کشمیری عوام اپنی قسمت کو خود تعمیر کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں اور ہم وزارتی مشن کے ممبران سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ ہمارے بلند مقصد کی سچائی اور اس کی پائیداری کو تسلیم کریں۔

یادداشت کے خاتمے پر مطالبہ کیا گیا کہ آزاد ہندوستان کی مجلس دستور ساز کی

نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ انہوں نے پولیس منگوا کر فرنٹ کے آفس پر تالا چڑھا لیا۔
اس طرح کلچرل فرنٹ کی سرگرمیاں یکایک شروع ہوئیں۔
یہاں یہ بیان کرنا بعید از معلومات نہ ہوگا کہ یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ ریڈیو
کشمیر کے قائم ہوتے ہی ریاست کے ادیبوں، مصنفوں، شاعروں، مصوروں اور دیگر
فنکاروں نے اس کے ذریعہ اپنے فن اور علمی قابلیت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ جس کو شاہ
بڑے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ ریڈیو کشمیر ریاستی دانشوروں اور فنکاروں کے لیے معاون
مددگار ادارہ ثابت ہوا ہے۔ ذوقی طور پر فن موسیقی سے وابستہ کشمیری اساتذہ کو اپنے فنی
جوہر دکھانے کے مواقع فراہم ہوئے جن میں محمد عبداللہ تبت بقال، غلام محمد قالین باف
غلام قادر لنگو، شاہ اختر رباب نواز، عبدالغنی نسترباف، عبدالاحد نجم، زون بیگم، نسیم اختر
قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح ریاستی گلوکار ... ہوشربا اور محمد یوسف بیگ
کی قیادت میں علم و ادب کی قابل قدر خدمت انجام دی ہے جن کا تذکرہ انشاء اللہ آئندہ
ابواب کے اگلے حصے میں تفصیل سے آئے گا۔

(۱۷)

مسئلہ کشمیر سلامتی کونسل میں

ہندوستانی افواج کے ریاست میں داخل ہونے کے ساتھ ہی قبائلی حملے
کی پسپائی کے روشن امکانات صاف دکھائی دینے لگے۔ قبائلیوں کو سرینگر کے دروازے
سے دھکیل کر پیچھے ہٹا دیا گیا تھا۔ دریں حالات فیلڈ مارشل آکنلک کے ذریعہ
پاکستان کے گورنر جنرل مسٹر محمد علی جناح نے ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور
وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو کو کشمیر کے سوال پر غور اور گفت و شنید کرنے کے لئے لاہور
آنے کی دعوت دی۔ بقول مسٹر وی۔ پی۔ مینن "حکومت ہند کے لئے اس قسم کی میٹنگوں
میں شرکت کرنا مسٹر جناح کے جارحانہ اقدامات کے سامنے سر خم کرنے کے مترادف تھا۔"
اس لئے مسٹر جناح کے پیغام کے جواب میں دہلی میں یہ فیصلہ لیا گیا کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن
اکیلے ہی لاہور جائے گا۔

ابھی ان کے جانے کی تیاریاں مکمل ہی ہو رہی تھیں کہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو حکومت
پاکستان نے ایک بیان جاری کیا جس میں ہند کشمیر الحاق کو فریب اور جارحانہ عمل کہہ کر اسے
تسلیم کرنے سے انکار کیا اور ریاستی حکومت پر الزام عائد کیا کہ ریاستی ڈوگرہ افواج نے